نصرة

میگزین

شمارہ نمبر 18 | مئی/جون 2014 رجب/شعبان 1435 ہجری

بین الاقوامی قانون مغرب کا استحصالی آلہ کار

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ (امیر حزب التحریر)

سوال و جواب "تغلیب"

نوید بٹ کو رہا کرو مہم

امریکی ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کا پاکستان سے مکمل خاتمہ

خود ساختہ حکومتوں کو ہٹانے میں مسلم افواج کی ہچکچاہٹ کے اسباب

مشرف کی خودکش حکمت عملی نے

اسلام دشمن بی جے پی

کے ہاتھ مضبوط کیے

نصرة میگزین / شمارہ : 18

مئی / جون 2014۔ رجب / شعبان 1435 ہجری

اس شمارے میں

اداریہ: امداد جو محتاج کر دیتی ہے

پاکستان میں ایک اہم بحث قرضوں، امداد اور معاونت کے حوالے سے ہوتی ہے۔ حقیقت میں مغربی سودی قرضے پاکستان جیسے ممالک کے لئے نا تو کوئی امداد ہے اور نہ ہی کوئی معاونت ہے بلکہ یہ پاکستان پر بوجھ اور اس کا استحصال کرنے کا ایک طریقہ کار ہے۔ سود کی وجہ سے پاکستان جیسے سیکڑوں ممالک اصل قرض کئی بار ادا کر چکے ہیں لیکن پھر بھی وہ قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان قرضوں کے ساتھ شرائط کی ایک فہرست بھی ہوتی ہے تا کہ اس ملک کو اس کے پیروں پر کھڑے ہونے سے روکا جائے۔ یہ شرائط عوامی اثاثوں جیسے توانائی، معدنیات، ٹیکس اور کرنسی کے حوالے سے ہوتی ہیں جن کی بنا پر بنیادی ضروریات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور افراط زر بے قابو ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ قدرتی وسائل سے مالا مال ممالک جیسا کہ مسلم ممالک کی حیثیت مغرب کی زبان میں "ترقی پذیر دنیا" کی رہ گئی ہے جیسے مغرب مسلم دنیا کا مذاق اڑا رہا ہو۔ در حقیقت یہ سرمایہ دارانہ قرضے ہیں جو ان ممالک کو کبھی بھی ترقی یافتہ بننے نہیں دیتے۔

لہٰذا حکومتی گماشتوں کا یہ کہنا کہ ملک پر مسلط ہونے والی غربت اور معاشی بحران کی وجہ یہ قرضے یا امداد نہیں ہے، ایک کمزور موقف ہے۔ مسلم ممالک کی غربت ایک خود ساختہ غربت ہے جو سرمایہ دارانہ نظام اور حکومتی ایوانوں میں براجمان بصیرت سے عاری لوگوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ امت کی دولت اور اس کے عوامی اثاثوں کو ملکیت سے متعلق بدعنوان خیالات اور قوانین کے ذریعے تباہ و برباد کیا گیا ہے۔ یہ وہ قوانین ہیں جو ملک اور اس کے عوام کے لئے نقصان دہ ہیں۔ بجائے اس کے کہ عوامی اثاثے لوگوں میں تقسیم کیے جاتے جو کہ ان کا حق ہے، یہ اثاثے کھلے عام یا خفیہ طور پر حکومتوں میں شامل غداروں کی جیبوں میں چلے گئے یا ان کے اندرون اور بیرون ملک بینک اکاؤنٹس میں منتقل ہو گئے یا پھر ان کاروباری افراد کے پاس چلے گئے جو حکمرانوں سے قریب سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کو امریکی زہر میں ڈوبے عالمی بینک اور آئی۔ایم۔ایف کے شکنجے میں کس دیا جاتا ہے اور اس زہریلی امداد اور قرضے کو معاونت کہا جاتا ہے۔ یہ ہے مسلم ممالک میں غربت کی وجہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرتی وسائل سے نوازا ہے جو ان کی ضروریات سے کہیں زیادہ ہیں اگر انہیں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کیا جائے۔

یقیناً یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پچھلی صدی کی ساٹھ کی دہائی سے مسلم حکمرانوں نے اپنے امریکی آقاؤں کی مرضی سے ان قرضوں سے اپنی جیبیں بھریں اور یہ بات ان کے اقتدار میں آنے سے پہلے اور جانے کی بعد ان کی دولت میں ہونے والے عظیم اضافے سے واضح ہو جاتی ہے۔ تو ان قرضوں کا خاتمہ پُر تعیش زندگی کا خاتمہ کر دے گا اور ملک اور عوام پر مسلط ہونے والی غربت اور معاشی بحران کا خاتمہ بھی کر دے گا۔

لہٰذا جس چیز کو امریکہ انسانی اور معاشی امداد کہتا ہے وہ در حقیقت معیشت کے پردے میں ایک استعماری منصوبہ ہے چاہے وہ یہ امداد اپنے دوستوں یا اتحادیوں کو ہی کیوں نہ دے! جنگ عظیم دوئم کے خاتمے کے بعد جس مارشل پلان کو یورپین ریکوری پروگرام کا نام دیا گیا، وہ دراصل امریکی کمپنیوں کے لئے یورپی معیشت میں داخل ہونے اور اس میں حصہ دار بننے کا موقع تھا۔ دس سال گزرنے کے بعد یورپی معیشت عمومی طور پر امریکی کمپنیوں کی ملکیت بن گئی۔ اگرچہ حالیہ سالوں میں اس میں کمی آئی ہے لیکن اب بھی امریکی کمپنیوں کا یورپی معیشت پر کافی اثر و رسوخ موجود ہے۔

ان قرضوں کو قبول کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے کیونکہ یہ قرضے استعماری کافر ریاستوں کے لئے معیشت اور سیاست کے ذریعے مسلم علاقوں میں داخل ہونے کی راہیں پیدا کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں **(وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا)** "اور اللہ کفار کو کبھی ایمان والوں پر کوئی راہ نہیں دیتا" (النساء:141)۔ وقت کا تقاضا ہے کہ خلافت قائم کی جائے جو امت کو یکجا کرے اور اسے دنیا کی واحد سب سے بڑی وسائل سے مالا مال ریاست بنا دے۔

تفسیر: سورۃ البقرۃ 104 تا 105



مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُواانظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرة: 104)

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (البقرة: 105)

اے ایمان والو تم (نبی ﷺ کو) 'راعنا' نہ کہا کرو، بلکہ 'اُنظرنا' کہو (یعنی ہماری طرف دیکھیے) اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (البقرۃ: 104)

نہ تو اہل کتاب کے کافر اور نہ مشرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی کوئی بھلائی نازل ہو اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت خصوصیت سے عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے (البقرۃ:105)

اللہ تعالیٰ ان دو آیتوں میں یہ بیان فرماتا ہے:

1۔ ایک کلمے (لفظ) کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جانے لگے اور اس معنی پر لفظ کی دلالت مشہور و معروف ہو جائے، بالفاظ دیگر یہ معنی اس کا مدلولِ اصطلاحی بن جائے، جسے حقیقت عرفیہ خاصہ کہتے ہیں اور اس معنی کی بھی ایک حقیقت ہو، تب لغوی معنی نہیں بلکہ اسی اصطلاحی معنی پر شرعی حکم کو لاگو کیا جائے گا۔ پس لفظ رَاعِنَا ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا انتظار کرو ہمیں موقع دو اور یہی معنی لفظ اُنظُرْنَا کے ہیں لیکن یہود لفظ رَاعِنَا کو گالی گلوچ کے معنی میں استعمال کرتے تھے اور مسلمانوں کی جانب سے اس لفظ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو پکارنے سے غلط فائدہ اٹھا تے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو آواز دیتے وقت گالی گلوچ کے ارادے سے اس لفظ کو استعمال کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمان اس لفظ کو استعمال نہ کریں کیونکہ یہ اصطلاح ایک مخصوص عرفی حقیقت بن چکی ہے جس کا نیا مدلول ہے اور ان جیسے کلمات (یعنی الفاظ) کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ یہ لغوی معنی میں نہیں، بلکہ اصطلاحی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

2۔ پھر آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے **وَاسْمَعُوا** یعنی رسول اللہ ﷺ کی بات اچھی طرح سنو، ان کے قریب رہو تاکہ تمہیں رسول اللہ ﷺ جو فرمارہے ہیں اس کے بارے میں بار بار پوچھنا نہ پڑے، رسول اللہ ﷺ جو کچھ فرمارہے ہیں اس کو اطاعت اور قبول کرنے کے لیے سنو۔

اللہ تعالیٰ نے آیت کا اختتام یہ فرما کر کیا کہ **وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ** "اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے" اور لِلْكَافِرِينَ کے ساتھ "ال" تعریفِ عہدی کے لیے ہے، یعنی خاص ان کافروں کے لیے جو رسول اللہ ﷺ کو گالی بکنے کی غرض سے یہ لفظ رَاعِنَا کہتے تھے اور یہ یہود تھے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

3۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں خبر دیتا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین میں سے یہ کافر لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ ان کے علاوہ کسی پر وحی نازل کرے اور یہ اپنے آپ کو ہی اس بات کا حقدار سمجھتے ہیں کہ ان پر ہی وحی اتاری جائے، یہی وجہ ہے کہ یہ تم سے حسد اور دشمنی کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے صرف تمہیں اپنی رحمت اور وحی کے لیے مختص کر دیا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ "نبی منتظر" ان میں سے ہوگا ،یعنی یہود میں سے، جب دیکھا کہ یہ ان میں سے نہیں، تو حسد کیا اور ان کا انکار کر دیا ان کے ساتھ دشمنی مول لی۔

اللہ آیت کا اختتام یہ فرما کر کرتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی نبوت کے لیے مختص کرتا ہے، نبوت دینا اللہ کا عظیم الشان فضل ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ: "اہل کتاب میں سے جنہوں نے کفر کیا اور مشرکین" اس میں مِنْ بیان (وضاحت) کے لیے ہے، پس کفار سے مراد اہل کتاب اور مشرکین ہی ہیں۔

باقی صفحہ 28 پر

أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ

"لذتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔"(الترمذی۔2229)

تحریر: مصعب بن عمیر

بے شک موت اس قابل ہے کہ اس کو یاد کیا جائے۔ معیارِ زندگی، مال اور صحت کے برعکس موت ایک یقینی امر ہے۔ یہ اس دنیا کی عارضی زندگی سے آخرت کی دائمی زندگی کی طرف سفر کا آغاز ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَـمَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَما الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلاَّ مَتَـعُ الْغُرُورِ** "ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم سب کو اپنے بدلے پورے پورے ملیں گے۔ پس جس کسی کو دوزخ سے دُور ہٹالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا اور یہ دنیا کی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں"(آل- عمران:185) ۔اس کے علاوہ موت کو دھوکہ دینا، اس کو ٹال دینا یا بچ نکلنا ناممکن ہے۔ ہر ذی روح اللہ تعالی کے مقرر کردہ وقت پر مر جائے گا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ** "جب ان کا معین وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں"(یونس:49)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلاَّ بِإِذْنِ اللهِ كِتَـباً مُّؤَجَّلاً**" بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کوئی جاندار نہیں مر سکتا، مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے"(آل-عمران:145)۔

یہ موت ہے۔ یہ اٹل ہے اور اس زندگی کو ختم کرنے والی ہے۔ یہ ایسے وقت پر واقع ہوتی ہے جو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے۔ لہٰذا مستقبل میں واقع ہونے والے ایک غیر اعلانیہ امر سے متعلق ایک شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ ایک ایسا امر جو ہمیں ہماری زندگی کے ہر لمحے سے دور کر دے گا! عقل مند وہ ہے جو اس کے لئے ہمیشہ تیار رہے، اچھے اعمال کر کے اور برے اعمال سے بچ کے۔ اور ہلاکت ہے اس کمزور انسان کے لئے جو اس سے افسوس کے ساتھ ملاقات کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ** "عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مسخر کر دیا اور موت کے بعد آنے والی زندگی کیلئے تیاری کی اور کمزور وہ ہے جس نے اپنے خواہشات کی پیروی کی اور پھر اللہ سے آرزوئیں رکھیں"(الترمذی:2383)۔ ہلاکت ہے ان کمزوروں کے لئے جو موت کو دیکھنے کے بعد توبہ کی طرف لپکیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَـتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْئَـنَ وَلاَ الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُوْلَـئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً أَلِيماً**" توبہ (کی قبولیت) ان کی لئے نہیں جو برے کام کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پر موت آکھڑا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے، اور نہ ان کی لئے جو کفر پر ہی مر جاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہم دُکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"(النساء:18)۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **حَتَّى إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ - لَعَلِّى أَعْمَلُ صَـلِحاً فِيمَا تَرَكْتُ كَلاَّ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ**" یہاں تک کے جب ان میں سے کسی پر موت آکھڑی ہو گی تو کہے گا کہ: " میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے۔ تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اُس میں جا کر نیک اعمال کر لوں۔" ہر گز نہیں، یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے، اور ان (مرنے والوں کے سامنے) عالم برزخ کی آڑ ہے، جو اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے"(المؤمنون:99-100)۔ لہٰذا ہم ربیع بن خثیم کے متعلق سنتے ہیں جنہوں نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی کہ اگر وہ اپنے دل میں سختی پاتے تو وہ اس میں داخل ہو جاتے اور اس وقت تک لیٹے رہتے جب تک اللہ چاہتا اور بار بار یہ آیات تلاوت کرتے، **رَبِّ ارْجِعُونِ - لَعَلِّى أَعْمَلُ صَـلِحاً فِيمَا تَرَكْتُ**۔ " میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے۔ تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اُس میں جا کر نیک اعمال کر لوں ۔" پھر اپنے آپ کو جواب دیتے، "اے ربیع! تجھے واپس بھیج دیا گیا ہے لہٰذا عمل کر"۔

برزخ میں ہمارا وقت اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ہمیں روزِ قیامت حساب کتاب کے لیے نہیں بلایا جاتا۔ لہٰذا برزخ میں داخل ہونے کے بعد زندگی کی طرف واپسی نہیں، صرف احتساب کی طرف راستہ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں، "برزخ اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک حجاب ہے"۔ محمد بن کعب کہتے ہیں، "برزخ اس دنیا اور آخرت کے درمیان ہے۔ وہ نہ تو اس دنیا کی طرح کھاتے پیتے لوگ ہیں نہ ہی آخرت کے لوگوں کی طرح سزا یافتہ یا انعام یافتہ لوگ"۔ لہٰذا

باقی صفحہ 28 پر

آزادی رائے، لبرل دنیا کے لئے بالادستی کا ایک ہتھیار ہے

تحریر: عثمان بدر

(آسٹریلیا میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے نمائندے)

میں نے حال ہی میں ایک بحث میں حصہ لیا، جس کا عنوان تھا "خدا اور اس کے پیغمبروں کو توہین سے تحفظ دینا چاہیے"۔ لیکن میں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ یہ سوال لبرل ازم کی سوچ پر مبنی ہے اور اس فہم کے تحت ہے کہ آزادی رائے ایک نقطہ آغاز ہے اور اس پر جو بحث باقی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حدود کیا ہیں۔

میں اس مقدمے کو پوری طرح سے رد کرتا ہوں۔ آزادی رائے کا تصور لبرل تصور کے تحت آتا ہے نہ کہ یہ کوئی غیر جانبدار عالم گیر سوچ ہے۔ تو لبرل لوگوں سے میں ایک سیدھی بات کرتا ہوں، بہت ہو گیا خود کو خوش کرنا، آپ ایک صحیح مؤقف کی نمائندگی نہیں کرتے۔

کروڑوں لوگ دنیا میں لبرل نہیں ہیں۔ اس تصور کو ایک عالم گیر تصور کے طور پر پیش کرنا چھوڑ دو۔ اس دکھاوے کو چھوڑ کر ایک صاف اور منصفانہ بحث کی طرف آؤ۔ دوسروں کی عزت کرنا انسانی شرافت کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ یہ ہے بنیادی نقطہ نہ کہ آزادی رائے۔

دوسروں کی توہین کرنا ایسے ہی ہے جیسے دوسروں کے احساسات کی پرواہ نہ کرنا، گستاخی کرنا اور حقارت کا برتاؤ کرنا۔ اس رویئے کو صحیح ثابت کرنے کا بوجھ ان لوگوں پر ہے جو ایسے برتاؤ کی اجازت چاہتے ہیں کہ سیاہ کاری اور انتہا درجے کی بداخلاقی جائز ہونی چاہیے۔

کیا مکمل آزادی رائے کا کوئی وجود ہے؟

آزادی رائے کا تصور اپنے نظریے کے لحاظ سے ناقص ہے اور اپنے نفاذ کے لحاظ سے اسے سیاسی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جس کا نفاذ ناممکن ہے اور تاریخ میں کبھی بھی کہیں بھی یہ نافذ نہیں ہوا یہاں تک کہ آج کے لبرل معاشروں میں بھی نافذ نہیں ہو سکا۔

مثال کے طور پر جب حال ہی میں ایک فلم جس میں رسول کی توہین کی گئی تھی، ریلیز ہو گئی تو اس عمل کے دفاع میں وائٹ ہاؤس نے کہا "اس ملک میں آزادی رائے کو ہم ختم نہیں کر سکتے اور نہ کبھی ختم کریں گے "۔ پھر سیکریٹری خارجہ ہیلری کلنٹن نے کہا کہ " ہمارے ملک میں آزادی رائے کی روایت ایک تاریخی رسم ہے۔ ہم شہریوں کو رائے کا اظہار کرنے سے نہیں روکتے اس کے باوجود کہ وہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں"۔ ان جذبات کا اظہار یورپ اور آسٹریلیا کے رہنماؤں کی جانب سے کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ بیانات بالکل درست نہیں ہیں۔ آزادی رائے بغیر کسی روک ٹوک کے قطعی طور پر وجود نہیں رکھتی۔ توہین کرنے کی کوئی مکمل آزادی نہیں ہے۔ مغربی لبرل یورپ میں ہم توہین کے خلاف قوانین، بغاوت انگیز تقریر کے قوانین، پیشہ ور معیار اور سیاسی اور نامور لوگوں کے بارے میں اور ان کے بیانات کے حوالے سے صحافتی معیار دیکھتے ہیں۔ جرمنی میں ہولوکاسٹ کا انکار ممنوع ہے۔ برطانیہ میں پبلک آرڈر ایکٹ میں دھمکی، گالی اور توہین آمیز الفاظ ایک جرم ہے۔ آسٹریلیا میں کامن ویلتھ کریمنل کوڈ کے مطابق اگر کوئی شخص ڈاک یا اس جیسی کسی بھی سہولت کو اس طرح سے استعمال کرتا ہے کہ کوئی بھی مناسب شخص اسے توہین سمجھے تو یہ عمل جرم تصور کیا جائے گا۔

جہاں تک عملی مثالوں کی بات ہے تو اس عمل میں ہمیں کئی لوگوں کی مثالیں ملتی ہیں جن کو زبان درازی کی وجہ سے سزا دی گئی۔ برطانیہ میں اظہر احمد کو 2012 میں اس لئے مجرم قرار دیا گیا کیونکہ اس نے صریحاً توہین آمیز پیغامات بھیجے تھے۔ اظہر احمد نے فیس بک پر افغانستان میں قتل ہونے والے ایک برطانوی سپاہی کے حوالے سے یہ کہا تھا کہ " سب سپاہیوں کو مرنا چاہیے اور جہنم میں جانا چاہیے"۔ ڈسٹرکٹ جج جیین گوڈون جب اسے سزا دینے کے نتیجے پر پہنچا تو اس نے اپنے فیصلے میں یہ لکھا کہ اصل امتحان یہ تھا کہ جو کچھ لکھا گیا کیا وہ ہمارے معاشرے کی قابل برداشت حد سے باہر ہے۔ آسٹریلیا میں ایک مسلمان آدمی کی جانب سے مارے گئے سپاہیوں کے خاندانوں کو بھیجے گئے خطوط کو توہین آمیز اور غلط خیال کیا گیا اور اسے اوپر بیان کیے گئے کریمنل کوڈ قانون کے مطابق مجرم قرار دیا گیا۔ یہ ان بہت ساری مثالوں میں سے صرف دو مثالیں ہیں۔

آزادی رائے ایک سیاسی ہتھیار

آزادی رائے کا اصول جس کے بارے میں نے بحث کی، اسے مخصوص معاملات میں ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کی مقدس شخصیات کی توہین کی جاتی ہے تو ہمیں آزادی رائے کے متعلق سمجھایا جاتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ معاملہ آزادی رائے کا ہے۔ لیکن جب مسلمان اور دوسرے توہین کریں تو انھیں قانون کی طاقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کون یہ فیصلہ کرے گا کہ آزادی رائے کب، کہاں اور کیسے لاگو ہوتی ہے؟ اصل سوال پھر آزادی کے بارے میں نہیں ہے۔ یہ اس بارے میں ہے کہ طاقت کس حد تک جا سکتی ہے۔ یہ سب کچھ طاقت

کے متعلق ہے جسے ہر جگہ استعمال کرنے اور نافذ کرنے کے لئے آزادی کے نعرے کو استعمال کیا جاتا ہے۔

بہت زیادہ لبرل یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان سارے قوانین اور واقعات سے اتفاق نہیں کرتے اور سب کے لئے مکمل اور قطعی آزادی رائے کے قائل ہیں لیکن کیا یہ مؤقف معاشرے کے لیے مد ہو گا؟ کیا ہم ایسی زبان کو قبول کریں گے جب سفید فام سیاہ فام کے لیے "n word" استعمال کریں؟ یا کوئی ایک آدمی ایک پر ہجوم تھیٹر میں یہ چلائے کہ "آگ!" یا کوئی شاگرد اپنے استاد کی یا کوئی اولاد اپنے والدین کی بے عزتی کرے؟ ہر شخص اپنے بچوں کو دوسروں کی عزت کرنا سکھاتا ہے نہ کہ بے عزتی کرنا۔ آخر وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ کیونکہ توہین محض توہین، نفرت اور تلخی کو جنم دیتی ہے۔ کیا اس قسم کا معاشرہ ہم اپنے اور اپنے بچوں کے لیے چاہتے ہیں؟

کچھ لوگ شاید بھول جاتے ہیں کہ مغربی تہذیب میں بھی آزادی رائے کو ایک انتہائی بنیادی قدر کے طور پر رکھا گیا تا کہ کچھ مخصوص معاملات کو انجام دیا جاسکے جیسا کہ نت نئے خیالات پیش ہوں، سچائی کو جاننے کے لئے اور حکومتوں کا احتساب کرنے کے لئے۔ کیا ان عالی ظرف مقاصد میں سے کسی ایک کے لئے بھی–کہ جن کو اسلام بھی برقرار رکھتا ہے–بے عزت کرنے یا توہین کرنے کی آزادی کی ضرورت ہے؟ اور کیا توہین کرنا، حقیقت میں، انہی مقاصد کے حصول کو شکست نہیں دیتا؟ دوسروں کے عقیدے کی توہین کرنا انہیں اپنے مؤقف کے حوالے سے سوچنے سمجھنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ بلکہ یہ انہیں مورچہ بند ہونے، دفاعی طرز عمل اختیار کرنے اور بدلے کے لئے تیار رہنے والا بنا دیتا ہے–یہی انسانی فطرت ہے۔

سیکولر لبرل ازم

لیکن ہمیں سچ بولنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ دوسرے کی توہین کرنے کی آزادی پر بحث اس لئے ہو رہی ہے کیونکہ سیکولر لبرل ازم مشرق و مغرب ، ہر جگہ بالادست ہے اور یہ بالادستی اس کی اقدار کی مضبوطی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی افواج کی مضبوطی کی وجہ سے ہے۔ مسلم دنیا نے سیکولر لبرل ازم کا مقابلہ کیا اور کر رہی ہے۔ لیکن عیسائیت اور یہودیت، جو سیکولرازم کی طاقت کے سامنے شکست کھا گئی، کے برعکس اسلام نے شکست تسلیم نہیں کی۔ اسلامی سرزمینوں کو تقسیم کر دیا گیا، انہیں اپنی نو آبادیات (colony) بنایا گیا، ان پر قبضہ کیا گیا اور ان کا استحصال کیا گیا۔ اسلامی ریاست، خلافت کو اگرچہ ختم کر دیا گیا لیکن اسلامی فکر باقی رہی۔ یہ توہین اسی لیے کی جاتی ہے کہ اس مزاحمت کو توڑ دیا جائے تا کہ سیکولر لبرل ازم کو نافذ کر دیا جائے اور ہمیشہ کے لئے اپنی فتح کو مستحکم کر دیا جائے۔

مغرب بشمول آسٹریلیا نے مصر کے وحشی آمر حسنی مبارک کی حمائت کی۔ کیا مغرب ایسے بلند اخلاقی مقام پر کھڑا ہے کہ وہ دوسروں کو تشدد یا اقدار کے حوالے سے نصیحت کرے؟ یہ "آزاد دنیا" باقی ساری دنیا پر اپنی فوجی، سیاسی، اور علمی تشدد کی بنیاد پر غالب ہونا چاہتی ہے۔ مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان متشدد، زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے اور اپنے معاملات کو خود سنبھالنے سے قاصر ہیں لہٰذا انھوں نے حسنی مبارک اور شاہ عبداللہ جیسے آمروں کی حمائت کی، جنگوں کے ذریعے پورے کے پورے ملکوں کو تباہ کیا اور اس مقصد کے لئے بغیر انسانی پائلٹ کے اڑنے والے ڈرون طیاروں کی مدد سے یمن اور پاکستان میں بلا تفریق لوگوں کو قتل کیا۔ یہ ہے وہ وسیع اشتعال انگیز سیاق وسباق ہے جس پر مسلمانوں کا توہین کے خلاف ردِ عمل آتا ہے۔ یہ ہے وہ مقام جہاں بہت زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

جب بات آتی ہے تنقید کی جو توہین سے بالکل فرق چیز ہے، تو میں کہوں گا کہ اسے سامنے لے آؤ۔ کوئی بھی ایسا قدم یا کوشش جو ایک اہم بحث کا گلا گھونٹ دے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کسی بھی سوچ یا عقیدے پر تنقید کی جاسکتی ہے۔ یہ حلال ہے۔ لیکن لوگوں کی یا ان کے عقیدے کی توہین نہیں کی جاسکتی۔ تنقید کرو اسلام پر جتنا چاہو۔ ایک مہذب طریقے سے اسلام کے متعلق لکھو کہ کیوں یہ حق نہیں ہے یا کیوں پیغمبر، پیغمبر نہیں ہیں۔ اس قسم کی کتابیں مغرب میں بھری پڑی ہیں اور کبھی بھی ان کتابوں کے نتیجے میں فسادات نہیں ہوتے لیکن مذاق اڑانا، توہین کرنا، غصہ دلانا یہ تنقید سے الگ ایک بات ہے اور ناقابل قبول ہے۔

ہر کوئی ایسی حدود رکھتا ہے جو وہ کبھی پار نہیں کرتا۔ دنیا کی ہر تہذیب اور ثقافت چند معاملات، کہ جنہیں وہ عزیز رکھتی ہے، کے حوالے سے حساس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر آسٹریلیا کی تہذیب میں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام پر تنقید کرنا کوئی برائی نہ ہو لیکن ANZAC پر تنقید نہیں ہوسکتی۔ جدیدیت نے تقدیس کا تصور تو ختم نہیں کیا، فقط اس نے اسے مذہب سے دنیا پر منتقل کر لیا ہے۔

سوچنے سمجھنے والے اور اپنی عزت کرنے والے لوگوں کے لیے دوسری تہذیبوں اور ان کے حامل افراد سے رابطہ کرنے کے لئے توہین کا طریقہ کار ناقابل قبول ہے۔ یہ خود ساختہ دانشوروں کا طریقہ کار ہے جن کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں اور نا ہی ان کا مقصد دوسروں کو سمجھنا ہے بلکہ ان کا مقصد صرف اپنے عدم تحفظ کی دوسروں کے سامنے تشہیر کرنا ہوتا ہے۔ توہین

باقی صفحہ 28 پر

خود ساختہ حکومتوں کو ہٹانے میں مسلم افواج کی ہچکچاہٹ کے اسباب

تحریر: نصیر الاسلام محمود

اسلحے پر خرچ کرنے میں اسلامی ممالک دنیا کے دوسرے ممالک سے آگے ہیں۔ یہ ہر سال دسیوں ارب ڈالر اپنی افواج کو مسلح کرنے پر خرچ کرتے ہیں حالانکہ اسلامی ممالک کا شمار غربت کی وجہ سے تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتا ہے مگر اسلحے پر ان کا خرچ ان کی ظاہری معاشی صلاحیت سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک کو فوج اور اسلحے پر اس قدر بھاری اخراجات کی کیا ضرورت ہے اور وہ کیا چیلنجز ہیں جن کی وجہ سے یہ ممالک اپنی معیشت اور بجٹ کا بڑا حصہ اپنی افواج اور اس کے آلات پر خرچ کرتے ہیں؟

دراصل فوجیں لوگوں اور ممالک کی حفاظت کے لیے ہوتی ہیں اور اگر ریاست کسی نظریے (آئیڈیالوجی) کی علمبردار ہو تو افواج اس نظریے (آئیڈیالوجی) کو دنیا میں پھیلانے کی ذمہ دار بھی ہوتی ہیں۔ جب تک افواج اسلام کے زیر سایہ ریاست خلافت کے تحت کام کرتی رہیں، انہیں سرحدوں پر بھیجا جاتا رہا اور ان کی صورتحال ایسی تھی کہ جیسے وہ شکست کے معنیٰ ہی نہ جانتے ہوں۔ وہ نئے نئے علاقوں میں داخل ہوتے رہے اور انہیں اسلام کے نفاذ کے لیے کفر کی حکمرانی سے آزاد کراتے رہے جو پوری دنیا کے لیے باعث رحمت ہے۔ مسلمانوں نے اسلامی ریاست کی تیرہ صدیوں پر محیط تاریخ میں اس ذمہ داری کو ہمیشہ دیگر تمام امور پر فوقیت دی۔ جبکہ کفر کی افواج کا کردار ماضی میں اور آج بھی مسلم افواج کی تاریخ سے یکسر مختلف ہے۔ انھوں نے قابض علاقوں اور ان میں موجود وسائل کو تباہ برباد کرڈالا اور مفتوحہ علاقوں کے عوام بالخصوص مسلمانوں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کھلے عام کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ان تمام مظالم کا مقصد انسان کے بنائے ہوئے نظاموں اور بدعنوان جابروں کے مفادات کی حفاظت اور دفاع کرنا ہے جو مظلوموں کو خوفزدہ کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے موجودہ دور میں عالم اسلام میں بھی افواج کا یہی حال ہے۔ آج مسلم افواج یا تو اسلام، جو کہ دنیا کے لئے ہدایت اور رحمت ہے، کے پیغام کے داعی بننے سے کتراتی ہیں یا پھر انہیں اس کام کو انجام دینے سے روکا جاتا ہے۔ اِن کا کام صرف مسلمانوں کے سینوں پر سوار ظالم حکمرانوں کی حکومتوں کی حفاظت کرنا رہ گیا ہے جو کفر کے ذریعے حکومت کرتی ہیں اور جو کافر مغرب کے وفادار ہیں۔ اس کے عوض کفار ان حکومتوں کو اس وقت تک حکمرانی کا قانونی جواز فراہم کرتے ہیں جب تک یہ اُن کے کفر نظام کے ذریعے حکومت کرتی رہیں اور جب تک یہ ان کے نظریاتی، معاشی اور سیاسی مفادات کو پورا کرتی رہیں۔

اسلامی ممالک کی مایوس کن صورت حال اور مسلم افواج کے اس شرمناک کردار اور معاشی بدحالی کا شکار ہونے کے باوجود مسلمانوں کا اپنی افواج پر اپنی استعداد سے بڑھ کر خرچ کرنا، یہ ایسی صورتحال ہے جس میں افواج میں موجود تجربہ کار اور مخلص افراد تک اس بات کو پہنچانا کہ وہ اپنے کردار کی تصحیح کریں، اسلام کی دعوت کو پہنچانے کی ذمہ داری کو ایک بار پھر ادا کرنا شروع کریں، مقبوضہ مسلم علاقوں کو آزاد کروائیں اور تمام مسلم ممالک کو ایک اسلامی ریاست کے تحت یکجا کریں، دنیا کے مظلوموں کی مدد کریں چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب سے اہم ترین کام ہے۔

مگر یہ اعلیٰ اعمال اس وقت تک حقیقت نہیں بن سکتے جب تک مسلم افواج کی قیادت موجودہ عسکری اور سیاسی قیادت کرتی رہے گی کیونکہ یہ قیادت کافر استعماری طاقتوں کے زیر اثر ہے لہٰذا اس عسکری اور سیاسی قیادت کے خلاف بغاوت فرض ہے تاکہ انہیں اٹھا کر پھینک دیا جائے اور اقتدار امت کے حقیقی اور ایماندار بیٹوں کے سپرد کیا جائے جو ایک متبادل نظام زندگی یعنی روشن اسلامی فکر سے مکمل طور پر آشنا ہیں۔ مسلم دنیا میں موجود افواج پر عائد یہ فرض اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ افواج اپنی قیادت خلیفہ کے حوالے کریں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق حکومت کرے اور جو سلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف انہیں حرکت میں لائے۔ جب تک یہ نہیں ہوگا امت ان افواج پر اپنی خون پسینے کی کمائی لوٹاتی رہے گی لیکن انہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ ان کے نقصان کا تسلسل جاری وساری رہے گا۔ بلکہ مسلمان ان افواج پر خرچ کرتے رہیں گے اور وہ اُن پر جبر اور ان کو قتل کرتی رہیں گی اور ان زبانوں کا گلا گھونٹتی رہیں گی جو حق کو بیان کرتی ہیں یہاں تک کہ اسلام کی بات کرنے کو ہی کالعدم قرار دے دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ افواج اپنی صلاحیتوں کو مسلم دنیا میں مغربی منصوبوں کو نافذ کرنے کے لئے استعمال کریں گی۔ افواج امت کے مال پر پلتی رہیں گی اور ان کا حال اس سرکاری ملازم کا سا ہو جائے گا کہ ایک اعلیٰ فوجی آفیسر اور سپاہی محض ایک اسکول کے استاد یا کسی حکومتی ادارے میں کام کرنے والے انجینئر جیسا ہو جو صبح جاتا ہے اور شام کو واپس آجاتا ہے!

عالم اسلام کی موجودہ حکومتیں اس بات کی خواہش مند ہیں کہ افواج کی تربیت ایسے خطوط پر کی جائے کہ وہ کفر

کی مکمل اور اندھی اطاعت کریں تاکہ وہ ان کی حکومتوں کو اکھاڑ نہ پھینکیں اور قرآن و سنت کی بنیاد پر اسلام کی حکمرانی کو بحال نہ کردیں۔ لیکن مسلم افواج پر یہ فرض ہے کہ وہ حکمرانوں اور فوجی افسران کی اطاعت کے حوالے سے شرعی احکام کو جانیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب مسلمانوں پر شرعی قیادت (أولو الأمر) کی اطاعت کو فرض قرار دیا تو اس سے قبل اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں : **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنْكُمْ** "اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اختیار والوں کی"(النساء:59) اور یہ اطاعت شرعی طور پر مقرر کیے گئے حکمرانوں کی ہے۔ تو پھر غیر شرعی قیادت کی کیا حیثیت ہے !اس کے علاوہ اللہ نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ اگر حاکم اور محکوم کے مابین تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں : **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ** "اگر کسی معاملے میں تمہارے مابین اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو"(النساء:59)۔ اور سنت قیادت کی اطاعت کی حد کو بھی واضح کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **(لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)** "خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے کسی مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں" اور فرمایا: **(الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)** "اطاعت تو نیکی کے کام میں ہوتی ہے"۔

لہٰذا جس اطاعت کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے اس اطاعت کی بنیاد پر ہی ریاست کا ڈھانچہ اور امت مسلمہ کی تکوین ہے۔ اسی میں ایک ساتھ اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اطاعت کرو جب وہ فرض ہو اور اطاعت سے روک دیا جب وہ حرام ہو۔ ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اطاعت کو لازمی قرار دیا ہے جب وہ فرماتے ہیں: **{وأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ }** "اوراللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو"(المائدہ:92)، **{ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي }** " پس میری تابعداری کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو"(طہ:90)، **{ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا }** " اور سنو اور اطاعت کرو"(التغابن:16)، **{ وَمَنْ يُطِعْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا }** "جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کردے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں"(النساء:13) **{ مَنْ يُطِعْ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ }** " جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"(النساء:80) **{وَمَنْ يُطِعْ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ }**" جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو یہی لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنی نعمتیں کی ہیں"(النساء:69) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **((مَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي))** "جس نے میرے امیر (شرعی امیر) کی اطاعت کی تو گویا اس نے میری اطاعت کی"(احمد)۔ ان آیات اور آحادیث میں اللہ نے اطاعت کا حکم دیا ہے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے یہ واضح کر دیا کہ امیر (قائد) کی اطاعت اندھی اطاعت نہیں بلکہ شعوری اطاعت ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا **(لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)** "خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں"۔ لہٰذا شعوری اطاعت اسلام کے حدود کے اندر رہتے ہوئے ہوتی ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مطلب ہے۔

جہاں تک ایک سپاہی کے اپنے عسکری قائد کی اطاعت کا تعلق ہے اس کے بارے میں حدیث میں یوں ہے: **(حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ أَمَرَكُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلَى قَالَ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا فَجَمَعُوا فَقَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَأَوْقَدُوهَا فَقَالَ ادْخُلُوهَا فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُولُونَ فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)**، "مسدد نے عبد الواحد سے اس نے الاعمش سے اس نے کہا کہ سعد بن عبیدۃ نے ابو عبد الرحمن سے اور اس نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک سریہ (جنگی مہم) روانہ کیا اور انصار میں سے ایک آدمی کو ان کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اس کی اطاعت کریں۔ مہم کے دوران وہ شخص کسی بات پر غصہ ہوا اور کہا کہ کیا نبی ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے۔ سب نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ اس نے کہا ان کو آگ لگاؤ۔ انہوں نے آگ لگائی تو اس نے کہا اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے ارادہ کیا پھر ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے ہم آگ سے بچنے کے لیے ہی تو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگے تھے اب اس میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں۔ وہ یہی کرتے رہے یہاں تک کہ آگ بجھ گئی اور اس شخص کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو۔ پھر یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو فرمایا **لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ**

باقی صفحہ 28 پر

مشرف کی حکمت عملی نے اسلام دشمن بی جے پی کے ہاتھ مضبوط کیے

تحریر: خالد صلاح الدین، پاکستان

امریکی پالیسیوں کو پورا کرنے کیلئے فوجی قیادت میں موجود غداروں نے امریکی و بھارتی قیادت کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال رکھے ہیں تا کہ ان مقاصد کو پورا کیا جاسکے جو سخت داخلی مخالفت کے باعث پورے نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ پیش نظر مضمون 1990 کے بعد سے لے کر اب تک پاک بھارت تعلقات پر روشنی ڈالے گا۔

19 ستمبر 2001 کو جنرل پرویز مشرف نے قوم سے خطاب میں امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی بھرپور حمایت کی وجوہات پیش کیں ۔۔ان وجوہات میں سب سے اہم مسئلہ کشمیر کا تحفظ تھا۔۔ مشرف اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"میں نے اپنے قومی مفادات کا تجزیہ کیا۔ بھارت پہلے ہی امریکہ کو اپنے اڈوں کی پیشکش کر کے معاملے میں کودنے کی کوشش کرچکا تھا۔ اگر ہم امریکہ کے اتحادی نہ بنتے تو وہ بھارتی پیشکش قبول کرلیتا۔ اور پھر کیا ہوتا؟ بھارت کو مسئلہ کشمیر پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کیلئے سنہری موقع ہاتھ لگ جاتا۔ بھارت کشمیر پر چڑھائی کر سکتا تھا اور یہ بھی امکان تھا کہ وہ امریکہ اور اقوام متحدہ کے ساتھ مل کر موجودہ صورتحال کو مستقل اسٹیٹس کو میں تبدیل کر دے۔ اور امریکہ کا اس عمل سے متفق ہونا ایک ضروری امر تھا"۔

پاکستانی مسلح افواج میں موجود سپاہیوں اور افسروں کی اکثریت کو امریکہ کی غلامی کا احساس پہلے ہی ہو چکا تھا اور یہ ضروری تھا کہ پرویز مشرف ان کو قائل کرنے کے لئے مضبوط دلائل پیش کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ اسے کسی بغاوت کا سامنا نہ کرنا پڑے یا پھر کچھ جرنیلوں کو فوج سے نکال باہر کرے۔ مشرف کو اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ وہ ان وجوہات کو بہترین طریقے سے پیش کرے تا کہ ان عناصر کو خاموش کیا جاسکے جو اس کے نقطہ نظر سے اختلاف رکھتے تھے۔

المیہ یہ کہ مشرف کا مندرجہ بالا بیان خطے کی اس وقت کی سیاسی حقیقت کی انتہائی غلط منظر کشی تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا مشرف اپنی سیاسی بصیرت میں اتنا نااہل تھا یا یہ اس کی ایک سازش تھی جس کے ذریعے اس نے پاکستان کی قیمت پر امریکہ کا اتحادی بننا قبول کیا اور بھارت کے ساتھ تعلقات کو نیا رخ دینے کا سلسلہ شروع کیا۔

امریکہ بھارت اتحاد

جب نائن الیون کا واقع پیش آیا اس وقت تک امریکہ کی کشمیر سے متعلق پالیسی واضح طور پر بھارت کے حق میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس پالیسی کی تبدیلی کو عام طور پر تعلقات کو معمول پر لانا کہا جاتا ہے مگر سیاسی حلقوں میں اسے de-hyphenation سے تشبیہ دی جاتی ہے اور یہ تبدیلی اس وقت مکمل ہوئی جب امریکی صدر بل کلنٹن نے بھارت میں پانچ دن گزارنے کے بعد پاکستان میں صرف سات گھنٹے رکنا پسند کیا تھا۔ 1996 سے 2 ہزتک امریکہ اور بھارت کے تعلقات میں واضح تبدیلی آچکی تھی اور دونوں ممالک بہت قریب آ چکے تھے۔ De-hyphenation کا مطلب ہے:

"واشنگٹن خطے میں اب ایک مختلف پالیسی چلائے گا جس کا مرکزی نقطہ یہ ہو گا کہ امریکی تعلقات میں بھارت اور پاکستان کو الگ الگ نظر سے دیکھا جائے گا"۔ اس بات کا عملی مطلب یہ تھا کہ اب مسئلہ کشمیر پاکستان اور بھارت کا باہمی مسئلہ ہے اور امریکہ بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات میں کشمیر کو درمیان میں نہیں لائے گا۔

تعلقات میں تبدیلی خطے کی اسٹریٹجک تبدیلیوں سے جڑی ہے۔ سوویت یونین کے انہدام اور چین جیسی معاشی طاقت کے ابھرنے کے بعد انتہائی ضروری تھا کہ امریکہ برصغیر جنوبی ایشیا میں مضبوط اتحادی پیدا کرے۔ بھارت کی معاشی ترقی اور اس کے رقبے کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارت امریکہ کیلئے ایک فطری انتخاب تھا۔ آئزن ہاور اور کینیڈی کے دور سے ہی امریکہ نے بھارت کے ساتھ تعلقات میں بہتری کی کوششیں کی تھیں مگر ان مسلسل امریکی کوششوں کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکا تھا۔ برطانیہ کے کٹر حامی بھارتی وزیراعظم جواہر لال نہرو غیر جانبدار رہنے کے دعوے کرنے کے باوجود سوویت یونین کی امداد اور تعاون کو استعمال کرتے تھے اور سوویت یونین کی مدد کو امریکہ اور چین کا مقابلہ کرنے کے لئے استعمال کرنے کی یہ پالیسی 1980 کی دہائی کے اواخر اور 1990 کے اوائل تک جاری رہی۔ اسی لیے چین اور امریکہ دونوں کا پاکستان سے قریبی تعلقات قائم کرنا کوئی تعجب کی بات نہ تھی تا کہ طاقت کے توازن کو قائم کیا جاسکے اور یہ صورتحال کئی برسوں تک برصغیر کے کردار کا تعین کرتی رہی۔

پہلے راجیو گاندھی اور پھر بھارتی وزیراعظم نرسیماراؤ کی جانب سے معاشی اصلاحات کا سلسلہ شروع کیے جانے کے بعد بھارت کو ابھرتی ہوئی مارکیٹ قرار دیا جانے لگا اور بھارت میں امریکی سرمایہ کاری زبردست حد تک بڑھ گئی۔

سوویت یونین کے انہدام کے فوری بعد 1991 میں امریکی پیسفیک آرمی کے کمانڈر جنرل کلاڈ کک لائٹر نے امریکہ بھارت سیکورٹی تعاون میں ایک نئے باب کا آغاز کیا جسے آج کک لائٹر تجاویز Kicklighter Proposals کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تجاویز صرف فوجی تعلقات تک محدود تھیں لیکن اس کے باوجود ان تجاویز نے بھارت امریکہ تعلقات میں بہتری کے لئے خوشگوار ماحول فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ عین اس وقت جب امریکہ بھارت کے ساتھ تعلقات میں بہتری لانے میں مصروف تھا، وہ پاکستانی فوج کو بھی مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کیلئے مسلسل اکساتا رہا تاکہ بھارتی معیشت کو آہستہ آہستہ کمزور کیا جاسکے۔

1990 کی دہائی کے دوران خصوصی لائحہ عمل نہ ہونے کے باوجود امریکہ اور بھارت کے درمیان سیکورٹی تعاون کو وسعت دی گئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بھارتی حکومت نے آپریشن ڈیزرٹ اسٹرام کے دوران امریکی فوجی طیاروں کو پیسیفک سے جنوب مغربی ایشیا جاتے ہوئے بھارت میں تیل بھروانے کی اجازت بھی دی۔

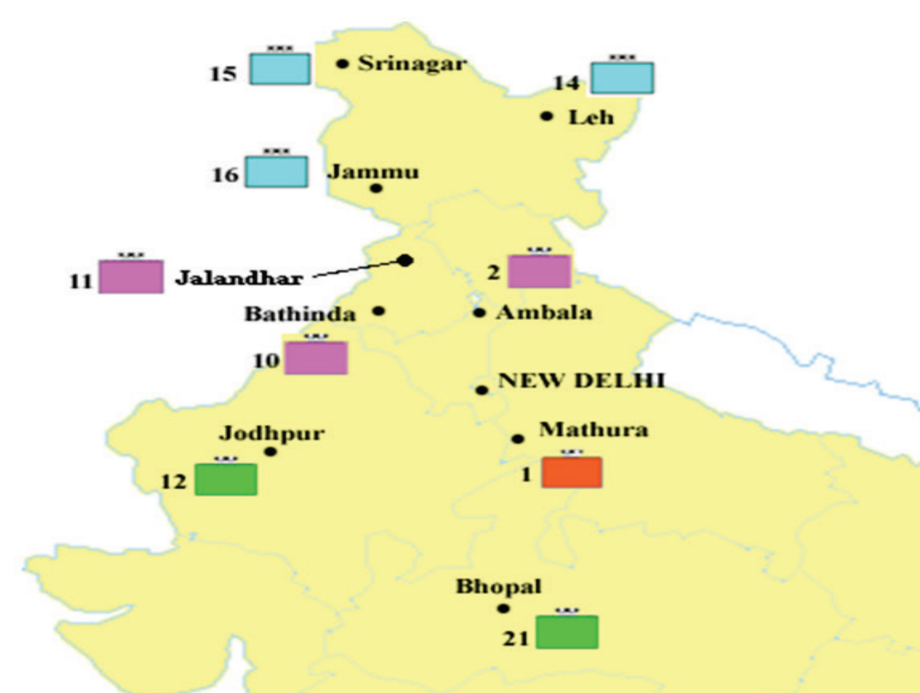
کک لائٹر تجاویز سے پیدا ہونے والے پلیٹ فارم کے نتیجے میں 1995 میں امریکہ اور بھارت کے درمیان سیکورٹی تعلقات کو مزید فروغ حاصل ہوا جسے "Agreed Minute on Defense Relations" سے جانا جاتا ہے ۔ اس Agreed Minute کو امریکہ اور بھارت کی افواج کے درمیان تعلقات میں ایک زبردست موڑ قرار دیا گیا۔ اس میں امریکہ اوربھارت کے درمیان عمومی تعلقات میں دفاعی تعلقات کی اہمیت پر خصوصی زور دیا گیااور فوجی تعلقات کے لئے سہ فریقی فریم ورک کا خاکہ بھی پیش کیا گیا جو آج تک فوجی تعلقات قائم رکھنے میں کارگر ثابت ہورہا ہے۔ اسی Agreed Minute دفاعی تعاون نے دوطرفہ مشقوں، فوجی منصوبوں کے تبادلوں (ڈاکٹرائنز)، اعلیٰ سطحی دوروں، فوجی کورسز، سیمینارز اور باہمی دلچسپی کے امور کے ذریعے باہمی تعاون اور اعتماد سازی کو مزید فروغ دیا۔ دونوں ملکوں کی فضائیہ نے 1996 میں پائلٹس کے تبادلوں کے پروگرام کی بنیاد رکھی ۔ بحری افواج کی جانب سے 1995 اور1996 میں بحرہند میں مشترکہ فوجی مشقوں کے سلسلے کا آغاز ہوا جنہیں مالابار-ون اور مالابار-ٹو سے جانا جاتا ہے۔ امریکی فوجیوں نے بھارتی جونیئر کمانڈ اور انجینئر کمپنی کمانڈرز کورسز میں شرکت کی اور کاؤنٹر انسر جنسی جنگل وارفیئر اسکولز میں تربیت بھی فراہم کی ۔ بھارت کی جانب سے 1995 اور1998 کے دوران بین الاقوامی فوجی تعلیم و تربیت کے بجٹ میں دوگنا اضافہ کیا گیا۔ ساتھ ہی بھارت نے بہت بڑی تعداد میں فوجی سازوں سامان حاصل کیا جس میں اپنی ایئرفورس کے لیے نشانہ وار گولہ بارود ، آبدوزوں کیلئے ریسکیو کا معاہدہ اور بغیر پائلٹ کے طیارے اور HDW آبدوزوں کے لئے پیری سکوپ شامل ہیں۔ 1997 تک دونوں ممالک کی بری، بحری اور فضائی افواج کے درمیان پانچ مشترکہ فوجی مشقیں ہوچکی تھیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان اس حدتک کے فوجی تعلقات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے کس قدر قریب آچکے تھے۔

بھارتی جنتا پارٹی کی حمایت

سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو امریکی حامی بھارتیہ جنتا پارٹی (جو کہ برطانوی حمائت یافتہ کانگریس کی مخالف تھی) کو 1998 کے انتخابات میں فتح حاصل ہوئی اور اٹل بہاری واجپائی مارچ 1998 میں بھارتی وزیراعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بھارتی سیاست تقسیم ہونے کے باعث اس بار بھی اتحادی حکومت تشکیل دی گئی جس کے لئے ضروری تھا کہ وہ الیکشن میں ووٹ حاصل کرنے کیلئے رائے عامہ کو اپنی جانب متوجہ رکھیں۔ اسی لیے بی جے پی نے اپنے دور میں ایٹمی تجربات آئندہ الیکشن میں مقامی سیاسی مقاصد حاصل کرنے کیلئے کیے تھے۔ جیساکہ اسٹیفن کوہن نے کہا:

"اقتدار پر قابض رہنے کے لئے سوائے ایک انتخابی وعدے کے بی جے پی نے اپنے تمام انتخابی وعدوں پر سمجھوتہ کرلیا۔ صرف ایٹمی تجربہ کرنا ہی واحد وعدہ بچا تھا۔ بی جے پی کی قیادت یہ یقین رکھتی تھی کہ اسے ایٹمی تجربات جلد سے جلد کرنا ہوں گے کیوں کہ یہی وہ بڑی کامیابی ہوگی جسے وہ انتخابات کے دوران عوام کے سامنے پیش کرسکتے ہیں"۔

چنانچہ بی جے پی نے عوامی حمایت حاصل کرنے کیلئے مئی 1998 میں ایٹمی تجربات کیے۔ اس موقع پر امریکہ کا ردعمل انتہائی دلچسپ رہا۔ بھارت اور پاکستان دونوں پر پابندیاں تو عائد کی گئیں مگر انہیں اتنی ہی آسانی سے نظرانداز بھی کردیا گیا۔ امریکی کانگریس نے انڈیا پاکستان ریلیف ایکٹ 1998 منظور کیا جس پر امریکی صدر نے 21 اکتوبر 1998 کو دستخط کیے اور یہ ایکٹ قانون کی شکل اختیار کرگیا۔ جس کے تحت امریکی صدر کو اختیار حاصل تھا کہ وہ ایک سال کے عرصے کیلئے امریکی امداد، غیر فوجی لین دین، بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی طرف سے قرض یا امداد اور امریکی تجارتی بینک کے لین دین پر سے پابندیاں ختم کرسکے۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے بغیر کسی تاخیر کے ان اختیارات کو استعمال کیا اور 7 نومبر 1998 کو اعلان کیا کہ بعض معاملات پر سے پابندیاں ختم کی جائیں گی اور پابندیاں عائد کرنے کے محض چھ ماہ بعد عملی طور پر تقریباً تمام پابندیاں ختم کردی گئیں۔ حقیقتاً بھارت اور پاکستان پر سے پابندیاں اٹھانے کا سلسلہ تو جولائی



1998 سے ہی شروع کر دیا گیا تھا جب امریکی سینیٹ نے خوراک کی برآمدات کو مستثنیٰ قرار دینے کے حق میں ووٹ دیا۔ صرف یہی نہیں 2005 میں بھارت کو جوہری معاہدے کی پیشکش بھی اس رائے کو درست ثابت کرتی ہے۔ چنانچہ حقیقت میں کمزور امریکی پابندیوں کی بنا پر بی جے پی کو عوامی حمایت حاصل ہوئی مگر منظر کشی کچھ اس طرح کی گئی جس سے یہ تاثر ابھارا گیا کہ بی جے پی امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہے۔ یہ صورتحال واضح طور پر بتاتی تھی کہ امریکہ بی جے پی کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچانے کے لئے ہر ممکن مدد فراہم کر رہا تھا۔

جون 1998 سے فروری 1999 کے درمیان واشنگٹن اور نئی دہلی کے مابین مذاکرات کے آٹھ دور ہوئے۔ جو امریکی اور بھارتی اعلیٰ حکام کے درمیان طویل ترین اسٹریٹیجک مذاکرات قرار دیے گئے۔ اور ان مذاکرات میں جوہری پالیسی سے لے کر عالمی صورتحال، دہشت گردی اور سٹریٹیجک تعاون کے موضوعات پر توجہ مرکوز کی گئی۔ اسٹیفن کوہن کے مطابق:

"یہ مذاکرات 1999 میں اس وقت انتہائی سودمند ثابت ہوئے جب بھارت اور پاکستان کی فوجیں کارگل کے محاذ پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں"۔

چنانچہ جب پرویز مشرف 7 اکتوبر 1998 میں پاکستانی فوج کے آرمی چیف کے منصب پر فائز ہوئے، اس وقت بھارت اور امریکہ کے درمیان تعلقات بہت بہتر ہو چکے تھے۔ لہٰذا جب کارگل کا واقع رونما ہوا، جس کے بارے میں بھارت اور پاکستان دونوں ہی مختلف کہانیاں بیان کرتے ہیں، تو مشرف کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ امریکہ کا واضح طور پر جھکاؤ بھارت کے حق میں تھا اور بالخصوص بی جے پی کے حق میں۔ مشرف کے دعویٰ کے مطابق اگر اس تنازعے کا آغاز بھارت نے کیا تو وہ اس جال میں پھنسنے جا رہا تھا۔ اور اگر پاکستان نے جنگ میں پہل کی اور بھارت نے اس کا جواب دیا تب بھی وہ جال میں پھنسنے جا رہا تھا۔ دونوں صورتوں میں ہی مشرف دھوکا کھا رہا تھا۔ بھارت کو تو کارگل جنگ میں کامیابی پر اس قدر بھروسہ تھا کہ تاریخ میں پہلی بار کسی بھارتی جنگ کو میڈیا پر دکھایا گیا۔ بھارت اور بالخصوص بی جے پی نے داخلی اور بین الاقوامی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کیلئے میڈیا کا زبردست استعمال کیا۔ آخر بھارت کو اس قدر یقین کیوں تھا کہ پاکستان اس کے سامنے ہتھیار ڈال دے گا؟ پاکستانی سپاہی انتہائی بہادری سے تو لڑے مگر پاکستانی قیادت کسی اور کیلئے ہی لڑ رہی تھی اور بی جے پی کو اس بات کا بخوبی علم تھا۔ امریکہ کی بی جے پی کی بے پناہ حمایت کو دیکھتے ہوئے بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں مشرف خطے میں امریکی پالیسی مقاصد کے تحت حقیقت میں بھارت میں بی جے پی کی مقبولیت کیلئے خاموشی سے کام تو نہیں کر رہا تھا؟

اس سوال کا جواب بروس ریڈل کے بل کلنٹن اور نواز شریف کے درمیان 4 جولائی 1999 کو بلیئر ہاؤس میں ہونے والی ملاقات کے اِس متن میں ملتا ہے:

"بلیئر ہاؤس سربراہی اجلاس کا سب سے اہم اسٹریٹجک نتیجہ اس کے بھارت اور امریکہ کے تعلقات پر پڑا۔ کارگل تنازعے پر امریکہ کے دو ٹوک مؤقف اور پاکستان کی جارحیت کے بدلے میں اس کی کسی قسم کی حمائت نہ کرنے سے امریکہ بھارت تعلقات پر اس کے فوری اور متحرک اثرات مرتب ہوئے۔ نئی دہلی کے برسوں سے بند دروازے امریکیوں کیلئے کھل گئے۔ اور بھارتی اشرافیہ جس میں اس کی افواج بھی شامل ہیں اور عوام سمیت ملک کی سب کے دل و دماغ سے امریکہ مخالف جذبات وخیالات زائل ہونا شروع ہو گئے"۔

کیا مشرف کے خلاف اس سے بھی بڑا کوئی فرد جرم ہو سکتا ہے؟ کارگل تنازعے کے باعث امریکہ نواز بی جے پی کو داخلی سطح پر جو مقبولیت حاصل ہوئی اس بنا پر اس نے ستمبر۔ اکتوبر 1999 کے انتخابات بھی جیت لیے۔ اور بھارتی اشرافیہ کو یہ یقین ہوا کہ امریکہ ان کا اتحادی ہے جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ سب کچھ پاکستانی فوجی قیادت کے باعث ہی ممکن ہو سکا۔ اس کا جانی نقصان تو وزیر اعظم نواز شریف اور بہادری سے بھارتی افواج کا مقابلہ کرنے والے پاکستانی فوج کے

افسران اور سپاہیوں کو ہوا مگر صحیح معنوں میں پاکستان اس سے حقیقی معنوں میں متاثر ہوا۔

لہٰذا جب امریکی صدر بل کلنٹن پانچ روز بھارت میں گزارنے کے بعد 25مارچ2حزبکو پاکستان آیا تو بھارت اور امریکہ کے درمیان تعلقات کو پہلے ہی تقویت حاصل ہو چکی تھی جس کا مطلب تھا کہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کی حمایت کی امریکی پالیسی اب تبدیل ہو چکی تھی۔ یہ حقیقت بل کلنٹن کے اس بیان سے بھی واضح ہو جاتی ہے جب اس نے کہا:

"میں نے پرویز مشرف سمیت دیگر افراد کا مؤقف سنجیدگی سے سنا ہے ۔ مجھے کشمیر سے متعلق آپ کے تحفظات کا بھی علم ہے۔ میں اس بات کا بھی یقین رکھتا ہوں کہ تمام انسانوں کے حقوق کا تحفظ ہونا چاہیے۔ لیکن حقیقت کا اندازہ ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ مسئلہ کشمیر کا کوئی فوجی حل نہیں۔ اور نہ ہی کوئی خونی تنازع کھڑا کر کے دنیا کی ہمدردی، تعاون یا عالمی مداخلت کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔ بلکہ اس کے نتیجے میں دنیا کی ہمدردی اور حمائت ختم بھی ہو سکتی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ آپ کی شکایات کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، لائن آف کنٹرول کے دوسری جانب شہریوں پر حملوں کی حمائت کرنا صحیح نہیں ہے"۔

اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ مشرف نے جانتے بوجھتے امریکہ بھارت اور خاص طور پر امریکہ کے بی جے پی کے ساتھ تعلقات کی بحالی کیلئے کارگل کے تنازعے کو استعمال کیا۔ مشرف نے بی جے پی کو اس حد تک مستحکم کیا کہ وہ1999 کے انتخابات جیت گئی جس کے باعث امریکہ اور بھارت کے تعلقات میں مزید بہتری آتی گئی ۔ المیہ یہ تھا کہ امریکہ بھارت سے اپنے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے پاکستان کو مسلسل استعمال کر رہا تھا۔

آپریشن پاراکرم

پرویز مشرف امریکی پالیسی مقاصد حاصل کرنے کیلئے یہیں نہیں رکا، بلکہ نائن الیون کے بعد تو مشرف نے امریکہ کو بے لوث مدد فراہم کی جس کے ثمرات آج ہم سب صاف دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرف نے بھارت کی حمایت میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔

یکم اکتوبر 2001کو ایک نام نہاد عسکریت پسند نے دھماکا خیز مواد سے بھری سرکاری گاڑی کے ہمراہ بھارت کے زیرِ قبضہ کشمیر کی صوبائی اسمبلی پر حملہ کر دیا جبکہ اس کے دوسرے ساتھی فائرنگ اور بموں سے لیس اسمبلی پر چڑھ دوڑے۔ حملے کے نتیجے میں 40افراد ہلاک ہوئے۔ یہ نام نہاد عسکریت پسند پولیس یونیفارم میں ملبوس تھے۔ پاکستان کی ایک تنظیم جیش محمد نے ابتدائی طور پر تو حملے کی ذمہ داری قبول کی مگر بعد میں حملے سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ پاکستان کو واقع کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے امریکی صدر جارج بش کو لکھے گئے خط میں کہا کہ اگر امریکہ پاکستان کو دہشتگردوں پر قابو پانے کے حوالے سے قائل نہ کر سکا تو بھارت معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لینے پر مجبور ہو جائے گا۔

7اکتوبر 2001میں افغانستان پر امریکی یلغار کا آغاز ہوا اور 22دسمبر2001کو حامد کرزئی نے منصب صدارت سنبھالا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ 13دسمبر2001کو نئی دہلی میں بھارتی پارلیمنٹ پر لشکر جھنگوی اور جیش محمد نے مبینہ طور پر حملہ کر دیا جس میں درجنوں افراد ہلاک ہوئے اور پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات مزید کشیدہ ہو گئے ۔ بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی نے اس حملے کو دو دہائیوں میں پاکستان کی حمائت سے جاری دہشتگردی کی سب سے خطرناک کاروائی قرار دیا۔ دفاعی تجزیہ کار براہما چلانے نے بیان داغا کہ اس موقع پر بھارت کا خاموش رہنا بھارت کیلئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو گا۔ اور پھر 13دسمبر کے حملے کے صرف پانچ روز بعد بھارت نے اپنی افواج کو متحرک کیا اور آپریشن پاراکرم کا آغاز ہوا۔

بھارت کو اپنی افواج کو سرحدوں پر لانے میں تین ہفتے لگے اور اس کی وجہ بھارت کی فوجی ڈاکٹرائن (حکمت عملی) کا دفاعی ہونا تھا جس کے تحت اس کی بیشتر فوج اپنی توجہ صرف جارحیت سے نمٹنے (دفاع) پر مرکوز رکھتی ہے۔ جارحانہ کارروائی کی ذمہ داری صرف تین کورز یعنی کور ماتھورا – ون ، کور امبالا – ٹو اور کور بھوپال-21 کے سپرد کی گئی ہے۔ یہ نقشہ اِن کورز کے مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔

لہٰذا یہ واضح ہے کہ افواج کو متحرک کرنے کیلئے بہت وقت درکار تھا اور یہ وقت اس قدر تھا جس میں کئی سیاسی واقعات ظہور پذیر ہو سکتے تھے۔ 11 جنوری 2002 کو بھارتی آرمی چیف جنرل ایس پدمانابھان نے اعلان کیا کہ بھارتی افواج کو حرکت میں لایا جا چکا ہے اور حملہ کرنے کے لئے سیاسی قیادت کی جانب سے گرین سگنل ملنے کی منتظر ہیں۔ اگلے روز یعنی 12جنوری 2002 کو پرویز مشرف نے اپنے خطاب میں پاکستانی سرزمین سے ہونے والی عسکریت پسندی کی نشاندہی کرتے ہوئے عہد کیا کہ وہ اِن عسکریت پسندوں کے خلاف ضروری کارروائی کریں گے اور کسی بھی تنظیم کی ایسی کارروائیوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا چاہے وہ کشمیر سے متعلق پاکستان کے مؤقف کی حمایتی ہی کیوں نہ ہوں۔ "کسی بھی تنظیم کو مسئلہ کشمیر کی آڑ میں دہشت گردی کی کاروائیاں کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی"۔ مشرف نے دھمکیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے مگر کیا واقعی کسی جنگ کا خطرہ بھی تھا؟ ایک آرمی جنرل اور پاکستانی فوج کا سربراہ یہ سمجھنے سے ہی

باقی صفحہ 29 پر

امریکی انحطاط۔ خیالی یا حقیقی؟

تحریر: عابد مصطفیٰ

آج امریکہ کا عالمی سپر پاور ہونے کے ناطے انحطاط ایک ایسا اچھوتا موضوع نہیں رہا جو چند تجزیہ کاروں تک محدود ہو۔ اس کے برعکس اب یہ ایک معمول کی بات ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں بہت سے لوگ امریکہ کے انحطاط کے بارے میں گفت وشنید اور بحث کر رہے ہیں جیسے یہ کوئی کھانے کی میز پر کرنے والی بات ہو۔ ان موضوعات میں اس انحطاط کی کیفیت پر بحث ہو رہی ہے کہ کیا امریکہ سیاسی، معاشی اور عسکری طور پر کمزور ہو رہا ہے؟ اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ امریکہ کے بعد اس کی جگہ کون لے گا۔

عمومی طور پر جو لوگ امریکی بالادستی کے کمزور ہونے پر بحث کر رہے ہیں ان کی دو اقسام ہیں: ایک وہ جو یہ کہتے ہیں کہ امریکی انحطاط عالمی منظر نامے پر ایک مستقل حیثیت اختیار کر چکا ہے اور دوسرے وہ جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ امریکی انحطاط نہ صرف عارضی ہے بلکہ پلٹ بھی سکتا ہے۔ بعد والا گروہ یقینی طور پر یہ سمجھتا ہے کہ امریکہ دوبارہ ویسی ہی سپر پاور بن سکتا ہے جیسا کہ وہ پہلے کبھی ہوتا تھا۔ ان تین مضامین میں عابد مصطفیٰ امریکی انحطاط کا جائزہ لیں گے اور کیا امریکہ کی عالمی سیاست کو متاثر اور تشکیل دینے کی صلاحیت میں کوئی تبدیل واقع ہوئی ہے، پر بحث کریں گے۔

ابتدائیہ:

تہذیبوں کے ابتداء سے، انسانوں نے خود کو خاندان کی شکل میں منظم کیا جو بڑے قبائل کا حصہ ہوتے ہیں۔ یہ قبیلے خاص وصف اور خصوصیات کے تحت منظم ہوتے ہیں جس میں عقیدے کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے جو قبائل کو باہم یکجا کرتا ہے اور زندگی کے بارے میں ان کے نقطہ نظر کو تشکیل دیتا ہے۔

قبائل کے خاص عقیدے کے گرد جمع ہونے سے اقوام وجود میں آتی ہیں۔ یہ قومیں تنہا نہیں رہتیں بلکہ زندگی کا بہاؤ انہیں ایک دوسرے سے تفاعل اور مقابلہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ مقابلہ دولت اور وسائل، زمین اور جغرافیہ، عزت اور مرتبہ، آئیڈیالوجی یعنی نظریہ حیات کے لئے طاقت اور برتری کے لئے ہوتا ہے۔

مقاصد کے حصول کے لئے صدیوں پر محیط قوموں کے تفاعل نے دوطرفہ اور کثیر الفریقی تعلقات کو جنم دیا۔ انسانی معاشروں کے پیچیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ قوموں کے درمیان تعلقات کا دائرہ بھی علاقائی سے عالمی ہو گیا ہے پھر ان تعلقات کی قیادت سب سے طاقتور قوم کے بیان کردہ اصولوں پر ہوتی ہے۔ صفِ اول کی ریاست کی عالمی صورتحال اور واقعات کو چلانے کی سیاسی قابلیت کو بین الاقوامی نظام کہتے ہیں۔

صفِ اول کی ریاست کے مقابل ہمیشہ کچھ ریاستیں ہوتی ہیں جو کبھی اس کے ساتھ کام کرتی ہیں اور کبھی اس کے خلاف اور اہمیت حاصل کرنے کیلئے اسے چیلنج کرتی ہیں۔ صفِ اول کی ریاست اور اس کے مقابل ریاستوں سے قریب طاقتور اقوام یا مضبوط طاقتیں ہوتی ہیں جن کے پاس صفِ اول کی ریاست اور اس کے مقابل ریاست یا ریاستوں کی جگہ لینے کی اہلیت ہوتی ہے۔

بین الاقوامی نظام اس ہی وقت تبدیل ہوتا ہے جب صفِ اول کی ریاست کو ختم یا مقابل ریاست سے تبدیل کر دیا جائے۔ یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب صفِ اول کی ریاست میں بین الاقوامی نظام کو قائم رکھنے اور طاقتور اقوام جن میں مقابل ریاست بھی شامل ہے کہ حملوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی قابلیت ماند پڑ جاتی ہے۔

لہٰذا بین الاقوامی نظام کبھی بھی یکساں نہیں رہتا بلکہ اس میں ہمیشہ تبدیلی کا امکان موجود رہتا ہے۔ بین الاقوامی نظام میں کس قدر تبدیلی ہو گی یہ بات براہ راست صفِ اول کی ریاست کے زوال سے منسلک ہے۔ یہ زوال جتنا شدید ہوتا ہے بڑی طاقتوں کو واقعات کو اپنے مقاصد کی طرف موڑنے اور بین الاقوامی نظام کو کمزور کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

دور جدید میں ایک اور طرز کی طاقتور اقوام ابھری ہیں جو بڑی طاقتوں سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ انہیں سپر پاور کہا جاتا ہے۔ سپر پاور کے پاس یہ قابلیت موجود ہوتی ہے کہ وہ عسکری طاقت کی نمائش کے ذریعے پوری دنیا میں اپنے مفادات کا تحفظ کرے۔ 1945 سے پہلے صرف بڑی طاقتیں موجود تھیں، برطانیہ ایک بڑی طاقت اور صفِ اول کی ریاست تھی، جرمنی بھی ایک بڑی طاقت تھی اور برطانیہ کے مقابل تھی۔ 1945 کے بعد اور سرد جنگ کے دوران صرف دو ریاستیں دنیا پر غالب تھیں۔ امریکہ اور سوویت یونین اور سپر پاور کے نام سے جانی جاتی تھیں، باقی بڑی طاقتیں ان کی مخالفت کرنے کے قابل نہ تھیں۔

امریکہ کا یک قطبی دور:

سرد جنگ کے دوران دو سپر پاورز باقی سب سے آگے تھیں اور دنیا کا بیشتر حصہ مغربی کیمپ اور مشرقی کیمپ سے وفاداری کی بنیاد پر تقسیم تھا لیکن سوویت یونین کے 1991 میں انہدام کے بعد امریکہ نے خود کو ایک منفرد پوزیشن میں پایا۔ وہ نہ صرف دنیا کی صفِ اول کی

ریاست تھی بلکہ سپر پاور بھی بن گئی۔ امریکی دہلیز پر بے مثال عالمی قوت اور مشرق سے مغرب تک تمام سیاسی معاملات کو تشکیل دینے کی امریکی اہلیت نے کچھ امریکی تبصرہ نگاروں کو حرص پر ابھارا۔ مشہور امریکی مفکر چارلس کرام تھامر نے دنیا کی واحد سپر پاور کے لئے آنے والے بڑے مواقعوں کو بیان کیا۔ خارجی سیاست کے مسائل پر ایک مضمون "امریکہ اور دنیا" میں اس نے لکھا:

"سرد جنگ کے بعد کا دور کثیر قطبی نہیں۔ یہ یک قطبی ہے۔ دنیا کی طاقت کا مرکز ایک ایسی ریاست، ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہے جس کے ساتھ اس کی مغربی اتحادی بھی ہیں۔ سرد جنگ کے بعد کی دنیا کی سب سے امتیازی خصوصیت اس کا یک قطبی ہونا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کثیر القطبی دنیا وقت کے ساتھ ابھرے گی۔ شاید کسی اور نسل میں ایسی عظیم طاقتیں ہوں گی جو امریکہ کی ٹکر کی ہوں گی اور دنیا اپنی ساخت میں پہلی عالمی جنگ سے قبل کے دور کی طرح ہو گی۔ لیکن ہم ابھی وہاں تک نہیں پہنچے نہ ہی کئی دہائیوں تک پہنچیں گے۔ یہ دور یک قطبی دنیا کا ہے"۔

اس کا ساتھ ایک اور مشہور مفکر فرانسس فوکو یامہ نے دیا جو اس سے قبل 1989ء میں قطعی اعلان کر چکا تھا کہ مغربی لبرل ازم تمام نظاموں کو شکست دے جا چکا ہے۔ 1989ء کی گرمیوں میں نیشنل انٹریسٹ میں اپنے مضمون "تاریخ کا اختتام" (دی اینڈ آف ہسٹری) میں وہ لکھتا ہے:

"مغرب کی مغربی فکر کی بنا پر کامیابی سب سے پہلے اس بات سے واضح ہے کہ مغربی لبرل ازم کے متبادل کوئی بھی دوسرا نظام مکمل ناکامی سے دوچار ہوا ہے۔ ہم جس چیز کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ صرف سرد جنگ کا اختتام نہیں ہے یا جنگ کے خاتمے کے بعد کے دور کا گزرنا نہیں ہے بلکہ یہ تاریخ کا اختتام ہے، یہ انسانی فکری ارتقاء کا اختتام ہے اور انسانی حکومت کی مغربی لبرل جمہوریت کی شکل میں عالمگیریت مسلمہ ہو گئی ہے۔ یہ بات نہیں کہ اب ایسے واقعات نہیں ہوں گے اور عالمی تعلقات کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ لبرل ازم کی فتح بنیادی طور پر افکار یا آگاہی کے میدان میں ہے اور حقیقی اور مادی دنیا میں یہ ابھی بھی نامکمل ہے۔ لیکن یہ یقین کرنے کے لئے وزنی دلائل ہیں کہ یہ وہ فکر ہے جو مادی دنیا کو ایک لمبے عرصے تک چلائے گی"۔

1993ء میں جب اس عظیم فتح سے امریکہ شادمان تھا اس نے اس کامیابی پر ایک مکمل کتاب لکھی اور اس کا نام "تاریخ کا اختتام اور آخری شخص" رکھا۔ اگلی دہائی تک یہ نظر آیا کہ شاید امریکہ کا دنیا بھر میں اپنی بالادستی اور سیاسی اثر و رسوخ کو پھیلانے کے حوالے سے فوکویاما اور کروتھامر کا اندازہ درست تھا۔ عراق میں 1991ء میں صدام حسین کی شکست نے امریکہ کو اس قابل بنایا کہ وہ فوجی اڈوں، حفاظتی معاہدات اور اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امن مذاکرات (میڈریڈ کانفرنس) کے ذریعے اپنے قدم خلیج فارس اور وسیع تر مشرق وسطیٰ میں جمائے اور بڑھائے اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ یوں امریکہ کو اپنے مفادات کے تحت خطے کو تشکیل کرنے کی وہ طاقت مل گئی جو پہلے کبھی نہ تھی۔

یورپ میں یورپی یونین اور نیٹو کو زور شور کے ساتھ پھیلایا گیا تاکہ سوویت یونین سے نکلنے والے علاقوں جیسے اسٹونیہ، لیٹویا، لیتھونیا وغیرہ کو شامل کیا جائے۔ اس عمل نے یورپ پر امریکہ کی گرفت کو مزید مضبوط جبکہ روس کو مزید کمزور کر دیا۔ یورپ پر امریکی گرفت کی معراج یوگوسلاویا کے توڑنے کے لئے امریکی سیاسی اقدامات تھے جس کے نتیجے بل آخر 1999 میں کوسوو کی جنگ ہوئی اور کومانووہ معاہدہ عمل میں آیا۔ مختصراً یہ کہ امریکہ نے یورپ اور روس دونوں کو کنارے سے لگا دیا۔

افریقہ میں بھی امریکہ نے قدیم یورپ کی اڑان کو روکنے کیلئے زبردست پیش قدمی کی۔ صومالیہ، کانگو، لائبیریا میں عسکری حملے افریقہ میں برطانیہ اور فرانس کے اثر و رسوخ کو محدود کرنے کی ابتداء ثابت ہوئے۔ جبکہ براعظم لاطینی امریکہ میں معمولات ویسے ہی چلتے رہے کہ امریکہ نے براعظم میں وسیع سیاسی اثر و رسوخ کو برقرار رکھنے کے لئے جمہوریت کو فروغ دیا اور اس کی معیشت کو مزید اپنے قابو میں کیا۔

سیاسی اور عسکری غلبے کو اگر چھوڑ بھی دیں تو امریکہ نے کلنٹن انتظامیہ کے دور میں عالمگیریت اور آزاد تجارت کے ذریعے امریکی ملٹی نیشنلز کیلئے دنیا کے بہت سے خطے کھولے۔ امریکہ کی برتری اتنی زبردست تھی کہ فرانس کے وزیر خارجہ نے دنیا پر امریکی غلبے کی وضاحت کرنے کیلئے "ہائی پر پاور" کا لفظ استعمال کیا۔ اس نئے لقب کا بہترین مطلب یہ ہو سکتا ہے "ایک ملک جو کہ ہر چیز پر غالب اور زور آور ہے"۔

تبدیلی کی ابتداء:

21ویں صدی کی شروعات نے امریکی سورج کو ہی دمکتے دیکھا لیکن اس بار بش کی صدارت میں نیو کنزرویٹوز امریکی طاقت اور یک ترفیت کو دنیا بھر میں امریکی مفادات کے حصول کے لئے بہترین انداز سے استعمال کرنے کے لئے نئے خیالات رکھتے تھے۔ عراق اور افغانستان پر امریکی حملے کو امریکی سیاستدانوں اور بش انتظامیہ کے حامیوں کی طرف سے بہت خوش آئند طور پر دیکھا گیا۔ لیکن امریکی غرور کے حق میں یہ ولولہ قلیل مدتی تھا اور اپریل 2013ء میں سقوط بغداد کے بعد امریکہ گوریلہ جنگ کے ایک ایسے نہ ختم ہونے والے تنازع میں پھنس گیا جس نے دنیا کے

متعلق اس کے تعصب پسندانہ سوچ کو ظاہر کر دیا۔ 2004ء میں ابو غریب کے واقعات نے یہ بات بے نقاب کر دی کہ عملاً امریکی اقدار کیا ہیں۔

عراق میں امریکہ کی عسکری قوت کے باوجود بش انتظامیہ کو بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا جیسے شیعہ سنی عوامی بغاوت، امریکی فوج کی طرف سے کی گئی قتل و غارت گری کے خلاف غصہ، امریکی ایجنٹوں کی طرف سے ماورائے عدالت کئے گئے قتل، ابو غریب کا داغ، سیاسی انتشار اور مسلم ممالک میں پھیلے ہوئے امریکہ مخالف جذبات۔ تین سال کے عرصے میں امریکہ عراق کے دلدل سے نکلنے کیلئے تگ و دو کرنے لگا۔ جس عراق کو بش انتظامیہ کے نیو کنزرویٹوز لبرل جمہوریت کے نمونے کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی وہ جلد ہی مشرق وسطیٰ میں امریکی حیثیت اور عالمی سطح پر اس کے وقار کو بچانے کی جنگ میں تبدیل ہو گیا۔

بش انتظامیہ کو اس کی نیو کنزرویٹو پالیسیز کی وجہ سے تنقید نگاروں نے گھیر لیا۔ نمایاں ڈیموکریٹس، ری پبلیکنز اور متعدد مشہور سیاستدان عراق کے بارے میں بہت منفی صورتحال پیش کر رہے تھے اور امریکی پالیسی کو کڑی تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے۔ 2006ء میں عراق اسٹڈی گروپ نے کہا: "عراق کی صورتحال انتہائی پریشان کن ہے اور بتدریج خرابی کی طرف بڑھ رہی ہے"۔

رچرڈ ہارس جو کہ خارجہ تعلقات کی کونسل کا سابق صدر ہے، خطے میں امریکہ کی سیاسی واقعات کو ترتیب دینے کی قابلیت میں کمزوری کو بھانپ چکا تھا وہ کہتا ہے:

"سرد جنگ کے خاتمے اور عراق کے کویت پر حملے کے بعد امریکہ جس طرح خطے میں اپنی بالادستی ثابت کی ہے اس کی بنا پر پچھلی دو دہائیوں میں خطے میں امریکہ کا تاریخی مقام رہا ہے۔ لیکن اب ہم کوئی بنیادی تبدیلی دیکھ رہے ہیں۔ ابتدائی طور پر ابھی ہم انتشار دیکھ رہے ہیں، مزید پیچیدہ اور مزید مسائل سے گھرا ہوا مشرق وسطیٰ، جہاں امریکہ کی معاملات کو ترتیب دینے کی اہلیت ماند پڑ چکی ہے"۔

نیشنل انٹیلی جنس کونسل کے وائس چیئرمین گراہم فلر نے بیان کیا کہ عراق کی شکست کی وجہ سے امریکی اتحادی اور مخالف اس قابل ہوئے کہ وہ واقعات کو متاثر کرنے کی امریکی صلاحیت کو محدود کر سکیں۔ 2006ء میں وہ نیشنل انٹرسٹ میں لکھتا ہے: "متعدد ممالک نے بہت سی ترکیبیں اور حربے استعمال کئے تاکہ بش ایجنڈے کو کمزور، تبدیل، پیچیدہ، محدود، معطل یا مسدود کر دیا جائے۔ ہزاروں چھوٹے زخموں کے ذریعے موت"۔

جس وقت امریکی سیاسی قیادت عراق کی جنگ کے نتیجے میں امریکی برتری کو پہنچنے والے شدید نقصان پر سوچ و بچار کر رہی تھی کہ 2008ء کی گرمیوں میں عالمی معاشی بحران نے انہیں گھیر لیا۔ اس معاشی بحران کی شدت نے امریکہ کو مزید نقصان پہنچایا اور اہل رائے اور عام عوام کے اعتماد کو مزید مجروح کیا۔ ایلن گرین سپین، جو کہ اس وقت فیڈرل ریزرو کا چیئرمین تھا، نے کریڈٹ بحران جو کہ معاشی بحران کے بیچ و پیچ تھا، کو ان الفاظ میں بیان کیا: "صدی میں ایک بار ہونے والا کریڈٹ سونامی"۔ گرین سپین واحد آدمی نہیں تھا جو امریکہ کی ابتر صورتحال بیان کر رہا تھا بلکہ معاشی بحران کے فوری نتیجے میں امریکی انحطاط بحث و تمحیص کا ایک گرم موضوع بن گیا۔

عمومی طور پر دو گروہ بن گئے۔ پہلے گروہ کا نقطہ نظر یہ رہا کہ انحطاط بین الاقوامی نظام کا مستقل خاصہ ہے۔ لیکن جس چیز پر اختلاف تھا وہ زوال کی شدت کے پیمانے پر تھا۔ 2008ء میں امریکی نیشنل انٹیلی جنس کونسل نے پہلی مرتبہ اس بات کا اعتراف کیا کہ امریکہ کی عالمی طاقت پستی کی طرف رواں ہے۔ مستقبل کے بارے میں شائع کی جانے والی اپنی رپورٹ، "گلوبل ٹرینڈز 2025 "میں کونسل لکھتی ہے: "عالمی دولت اور معاشی طاقت کی مغرب سے مشرق کی طرف منتقلی شروع ہو چکی ہے اور موجودہ دور میں اس نوعیت کا واقع پہلے نہیں ہوا جو کہ امریکی صلاحیت میں انحطاط کا بنیادی سبب ہے۔ اور اس انحطاط میں عسکری سطح بھی شامل ہے"۔

تاہم ایسے بھی لوگ تھے جنہوں نے جلد امریکی انحطاط کی بلکہ اس کی مکمل تباہی کی بھی پیش گوئی کر دی تھی۔ ایسی ہی ایک شخصیت روسی پروفیسر آئیگور پیناریو ہے جس نے 2008ء میں کہا "ابھی اس بات کا 45 سے 55 فیصد امکان ہے کہ امریکہ ٹوٹ جائے گا"۔

ایک دوسرا گروہ بھی ہے جس کے حامیوں کا کہنا ہے کہ امریکہ کا عروج واپس بھی آ سکتا ہے۔ یہ رائے رکھنے والوں میں امریکہ کے معتبر مفکرین بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر بریزنسکی ابھی تک یہ کہتا ہے کہ امریکہ خود کو اس قابل کر لے گا کہ وہ موجودہ چیلنجز سے نبرد آزما ہو سکے۔ اپنی حالیہ کتاب "تصویراتی نگاہ: امریکہ اور عالمی طاقت کا بحران" میں وہ کہتا ہے کہ:

"امریکہ کیلئے اصل چیلنج اور اگلی کئی دہائیوں تک جغرافیائی طور پر ضروری مشن خود کو دوبارہ زندہ کرنا ہے اور مؤثر اور وسیع مغرب کی تشہیر کرنا ہے اس کے ساتھ ساتھ مشرق میں ایک مشکل توازن قائم کرنا ہے تاکہ چین کی عالمی ساکھ کو تخلیقی انداز میں جگہ دی جائے اور عالمی انتشار سے بچا جائے۔ یوریشیا میں مستحکم سیاسی، جغرافیائی توازن کے بغیر جو ایک نیا امریکہ کرے گا، معاشرتی بہبود نہیں ہو سکے گی اور انسانی بقاء کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا"۔

باقی صفحہ 30 پر

بین الاقوامی قانون مغرب کا استحصالی آلہ کار ہے

تحریر: معیز مبین

کریمیا میں ہونے والے ریفرنڈم میں وہاں کے باشندوں کی اکثریت نے روسی فیڈریشن کے ساتھ الحاق کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس ریفرنڈم کے نتائج کو مسترد کرتے ہوئے وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے کہا کہ ریفرنڈم پر ووٹ "روسی فوجی مداخلت کی وجہ سے تشدد اور دھمکیوں کے خطرات" تلے منعقد کیا گیا۔ اسی طرح کے تاثرات کا اظہار برطانوی وزیر خارجہ ولیم ہیگ کی طرف سے بھی کیا گیا جب اس نے کہا: "کسی بھی بنیاد پر جس طرح یہ ریفرنڈم کروایا گیا ہے اس کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا"۔ یہ مغرب کی منافقانہ پالیسی ہے کہ وہ مقبوضہ کریمیا کے ریفرنڈم کے نتائج کو مسترد کر رہا ہے جبکہ اگلے ہی ماہ مقبوضہ افغانستان میں ہونے والے صدارتی انتخابات کی حمایت بلکہ ان کو افغانستان کی ترقی کی علامت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ کریمیا اور افغانستان دونوں مقبوضہ علاقے ہیں۔ دونوں میں انتخابات ان کے مقبوضہ علاقے ہونے کی حیثیت سے ہو رہے ہیں۔ لیکن کیونکہ مغرب کے مفادات دونوں علاقوں میں مختلف ہیں اس لیے وہ افغانستان میں اپنے قبضے کے تحت ہونے والے صدارتی انتخابات کی حمایت کر رہا ہے اور کریمیا میں روسی فیڈریشن کے تحت ہونے والے انتخابات کی مخالفت کر رہا ہے۔ 1990 میں عراق کی کویت کو اپنے ساتھ طاقت کے زور پر الحاق کرنے کی کوشش پر جس پیمانے اور جس سختی سے مغرب نے ردعمل کا اظہار کیا اس کے مقابلے میں روس کا کریمیا کو زبردستی اپنے ساتھ الحاق کرنے پر مغرب کے ردعمل میں کمزوری کو نوٹ کرنا اہم ہے۔ عراق کے معاملے میں مغرب نے عالمی سطح پر مختلف ممالک کے ایک وسیع اتحاد کو تشکیل دیا اور افواج کو متحرک کیا۔ روس کے معاملے میں مغرب نے اقتصادی پابندیوں کو استعمال کیا اور وہ معاشی اقدام کے ذریعے روس کی معیشت کو نقصان پہنچانے کی پالیسی پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مغرب کا روس اور عراق کی طرف لائحہ عمل میں فرق اور اس کی وجوہات واضح ہیں۔ مغرب اس بات سے آگاہ ہے کہ وہ روسی فوجی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا جبکہ وہ پر اعتماد تھا کہ عراق کے ہمسایہ ممالک کے مغرب نواز حکمرانوں کی مدد سے وہ عراق کے خلاف فوجیں تعینات کر سکتا ہے۔ یوکرائن کا بحران بین الاقوامی تعلقات اور ریاستوں کے درمیان بین الاقوامی جدوجہد میں ایک اچھا سبق ہے۔ سب سے اہم سبق جو اس بحران سے ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ بین الاقوامی قانون جو ریاستوں کے رویوں کو کنٹرول کرے، کا حقیقتاً کوئی وجود نہیں۔ یہ سوچ کہ ممالک کے درمیان ان کے تعلقات کو منظم کرنے کے لیے ایک قانون کی ضرورت ہے ایک غلط سوچ ہے۔ یہ اس لیے غلط ہے کیونکہ ایسے قانون کی موجودگی کے لیے ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو اس قانون کو زبردستی نافذ کرے جب اس کو توڑا جائے۔ یہ اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ دنیا کے ممالک ایک عالمی اتھارٹی کے وجود کو تسلیم کریں جو عالمی قانون کو تمام ممالک پر نافذ کرے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جو ریاست کی خودمختاری کے خلاف ہے کیونکہ ریاست کو اپنے اوپر ایک اتھارٹی کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کوئی بھی ریاست جو اپنی خودمختاری کی حفاظت کرتی ہے ایسی اتھارٹی کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ عراق فوجی طور پر اتنا طاقتور نہیں تھا کہ وہ امریکہ کے حملے کا مقابلہ کرتا جب اس نے عالمی قانون کو نافذ کرنے کا بہانہ کر کے عراق پر چڑھائی کر دی۔ روس فوجی طور پر اتنا مضبوط تھا کہ وہ امریکہ کی فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکے اور نام نہاد عالمی قانون کا انکار کر سکے۔ جیسا کہ مغرب کی افغانستان اور کریمیا میں انتخابی مشقوں کی مختلف تشریحات سے واضح ہے کہ بین الاقوامی قانون درحقیقت بڑی طاقتوں کے مفادات کے حق میں عالمی رائے اور رویے تشکیل دینے کا آلہ کار ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مختلف ممالک کی ثقافت، اقدار اور مفادات میں فرق کی وجہ سے دنیا کے ممالک کے درمیان بین الاقوامی قانون کی تشریح کے لیے ایک عالمی ادارے کے قیام پر اتفاق کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کریمیا اور افغانستان کی مثالیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مسلم دنیا اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے عالمی قانون اور عالمی اداروں پر انحصار نہیں کر سکتی۔ عالمی قانون جس کو ہم آج جانتے ہیں ایک مغربی آلہ ہے جس کو دوسری جنگِ عظیم کے بعد دنیا میں طاقت کے عدم توازن کو استعمال کرتے ہوئے مغرب نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے تشکیل دیا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو عالمی سطح پر ایک موثر کردار نہیں ادا کرنا چاہیے بلکہ اصل میں یہ بحث ہونی چاہیے کہ مسلمان کس طرح اور کن اداروں کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات اور بین الاقوامی سیاست پر اثر انداز ہوں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ماضی میں یہ خلافت ہی تھی جس کے ذریعے امت نے عالمی سطح پر ایک مضبوط اور موثر کردار ادا کیا۔ خلافت کا ادارہ مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی اور عسکری طاقت کو یکجا کر کے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے عالمی رائے اور رویوں کو تشکیل دینے کے لیے ماضی میں ایک اہم کردار ادا کر چکا ہے اور آج بھی مسلمان صرف خلافت کے ذریعے ہی عالمی سطح پر پھر سے ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلاَّ أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيد

یہ لوگ اُن ایمان والوں سے کسی چیز کا بدلہ نہیں لے رہے تھے سوائے یہ کہ وہ اللہ غالب لائقِ حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے (البروج: 8)

نوید بٹ، ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے مشہور و معروف اور انتہائی قابلِ احترام ترجمان، جنہیں آج سے دو سال قبل 11 مئی 2012ء کو اغوا کیا گیا تھا، آج تک حکومتی غنڈوں کے قبضے میں ہیں۔ نوید بٹ کا مسلمانوں کے خلاف کافر استعماری طاقتوں کی سازشوں کو مسلسل بے نقاب کرنا اور اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کے نقشے کو واضح طور پر پیش کرنا سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کو سخت ناپسند تھا اگرچہ اسلام کی یہ حکمرانی مسلم دنیا کے لئے بالخصوص اور پوری دنیا کے لئے بالعموم خیر و بھلائی کا باعث بنے گی۔ یہ غدار اپنے استعماری آقاؤں کی پالیسیوں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نوید بٹ کو خاموش کرنے کے لئے حرکت میں آئے، وہ استعماری آقا کہ جنہوں نے شام سے لے کر ازبکستان تک خلافت کی دعوت کے خلاف جنگ برپا کر رکھی ہے۔ پس ان ظالموں نے اسلام کے خلاف اپنے متعدد جرائم میں ایک اور جرم کا اضافہ کیا اور نوید بٹ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اِن کے غنڈوں نے نوید بٹ کو اُن کے بچوں کے سامنے اغوا کر لیا۔ اور آج کے دن تک ان غداروں نے صرف نوید بٹ کو ہی اپنے قید خانے میں قید نہیں کر رکھا ہے بلکہ انہوں نے حزب التحریر کے شباب کے خلاف ظلم و جبر کی مہم برپا کر رکھی ہے۔ یقیناً خلافت کی دعوت ان کی آنکھوں میں اس قدر کھٹکتی ہے کہ وہ اپنے غنڈوں کو ہر اس جگہ بھیجتے ہیں جہاں حزب التحریر کے شباب عوام سے مخاطب ہوں یا عوام کے درمیان پمفلٹ تقسیم کر رہے ہوں خواہ یہ چند منٹوں کے لیے ہی ہو۔

اے پاکستان کے مسلمانو! ہمیں انشاء اللہ نوید بٹ کے لئے کوئی افسوس یا رنج یا مایوسی نہیں ہے کیونکہ وہ خیر کی دعوت کی راہ کے مسافر ہیں، وہ راہ کہ جس پر اس سے قبل انبیاء علیہ السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کی پیروی کرنے والے صالحین نے چل کر دکھایا اور اس راہ میں پیش آنے والی تکالیف کو صبر و استقامت سے برداشت کیا۔ نوید بٹ کے اپنے بیوی بچوں اور خاندان سے لمبی جدائی بھی کسی افسوس یا رنج کا مقام نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ قیامت کے دن نیکو کاروں کو ان کے خاندان والوں کے ساتھ ملا دے گا، اس دنیا کی مختصر زندگی کی طرح نہیں بلکہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، ایک ایسا ملاپ کہ جس کے بعد پھر کبھی کوئی جدائی نہیں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ءَابَائِهِمْ وَأَزْوَٰجِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ وَالمَلَٰئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّن كُلِّ بَابٍ﴾ "ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکو کار ہوں گے، ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے" (الرعد: 23)۔ نہ ہی یہ ظلم و جبر ان لوگوں کے لیے کسی رنج یا افسوس کا باعث ہے جو اسلام کی دعوت کے علمبردار ہیں کیونکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انشاء اللہ کامیابی قریب ہے۔ یقیناً آزمائش وہ بھٹی ہے جس سے گزرنے سے اللہ پر ایمان مضبوط ہوتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا قرب اور رضا نصیب ہوتی ہے اور اس کی مدد اور کامیابی حاصل ہوتی ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلآ إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾ "کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے" (البقرۃ:214)۔

ہاں یقیناً رنج و غم اور افسوس ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق بلند کر کے اللہ کے حضور اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں، بلکہ افسوس اور حسرت تو ان جابروں کے حصے میں آئے گی جو اسلامی دعوت کے علمبرداروں کی جانب سے پہنچائی گئی دعوت کو مسترد کرتے ہیں اور ان پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾ "بے شک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے" (البروج: 10)۔ اور رنج و افسوس ان لوگوں کے لئے ہے جو ظلم ڈھانے کے احکامات جاری کرتے ہیں، اور رنج و افسوس ان غنڈوں کے لئے ہے جو ان جابروں کے بازو، آنکھیں اور کان بنے ہوئے ہیں اور ان کے احکامات کو نافذ کرتے ہیں اور ان لوگوں کی اطاعت کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا﴾ "اور (جہنمی) کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا" (الاحزاب:67)۔

اے افواجِ پاکستان! اسلامی دعوت کے علمبرداروں کا اغوا اور ان پر ہونے والے ظلم و تشدد آج پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کا محض ایک جرم ہے۔ لیکن بے شک وہ ہر طرح کے سنگین جرائم سرانجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے ملکِ پاکستان کو دشمنوں کی چراگاہ بنا رکھا ہے اور اس کے لوگوں کو غربت اور افلاس کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ جب تک یہ ظلم یعنی کافر دشمنوں کی اطاعت اور کفر کے نفاذ کا سلسلہ جاری رہے گا، ہم ذلت، مایوسی، فتنے اور سزا سے ہی دوچار رہیں گے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لاَ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾** "اور ڈرو ایسے وبال سے کہ جو خاص کر تم میں سے ظالموں پر ہی واقع نہ ہو گا (بلکہ سب لوگ اس میں مبتلا ہوں گے)، اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے" (الانفال: 25)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **﴿إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَن يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ﴾** "اگر لوگ ایک ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو سزا دے" (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

اگر آج یہ ظلم وجبر جاری و ساری ہے تو یہ آپ کی گردن پر ہے کیونکہ اسلام کی نگاہ میں آپ ہی اہلِ نُصرۃ یعنی عسکری مدد فراہم کرنے کے اہل ہیں، اور آپ یہ قوت رکھتے ہیں کہ کفریہ حکمرانی کا خاتمہ کرکے اسلام کی حکمرانی کو بحال کر دیں۔ یقیناً آپ کے اسلاف آپ ہی کی مانند میدانِ جنگ کے شہسوار تھے کہ جن کی مادی مدد سے رسول اللہ ﷺ نے کفر کی حکمرانی کو اُس مادی سہارے سے محروم کر دیا تھا کہ جس پر وہ کھڑی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ایک مضبوط مادی قوت کی تلاش میں تھے اور قبیلوں سے واضح طور پر پوچھتے تھے **﴿و هل عند قومك منعة؟﴾** "کیا تمھارے لوگوں میں طاقت ہے؟" آپ ﷺ نے ان لوگوں کی مدد کو مسترد کر دیا جو اسلام کو اس کے دشمنوں سے تحفظ فراہم نہیں کر سکتے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ کئی قبائل سے ملے جن میں بنو کلب، بنی عامر بن صعصہ، بنو کندہ اور بنو شیبان وغیرہ شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس طریقہ کار پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انصارِ مدینہ ﷺ کے ذریعے آپ کو نُصرۃ کے معاملے میں کامیابی عطا کر دی۔ انصار کا یہ گروہ جنگی صلاحیت کے حامل گروہوں میں سے ایک چھوٹا لیکن بہادر اور مخلص افراد کا گروہ تھا۔ اور یوں سیرتِ نبوی کے ذریعے اسلام کی حکمرانی کے قیام کے لیے نُصرۃ کے شرعی حکم کا تعین ہو گیا اور اس کے نتیجے میں منتشر اور تقسیم شدہ یثرب اسلام کے طاقتور قلعے مدینہ منورہ میں تبدیل ہو گیا۔

اے افواجِ پاکستان! نوید بٹ کی طرح کے افراد نہ تو کوئی حیران کن بات ہے اور نہ ہی کوئی یکتا مثال، کیونکہ یہ سرزمین ایسے بہادر لوگوں سے بھری پڑی ہے کہ جن کا ایمان انہیں کفر کے سامنے دلیری دکھانے اور ڈٹ جانے کی طرف ابھارتا ہے۔ اس خطے کے لوگوں نے خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت سے ہم مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کے لئے اپنا خون پسینہ بہاتے رہے ہیں۔ ہم مسلمان کفار کی افواج کو شکست سے دوچار کرتے رہے ہیں اور کئی سو سال تک اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ یہ برِصغیر اپنی خوشحالی کی وجہ سے پوری دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ ہم نے اس سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کیا اور دو سو سال تک کفریہ برطانوی راج کے خلاف بھرپور مزاحمت کرتے رہے۔ ہم نے برطانوی افواج کو اس سرزمین کو چھوڑنے پر اس طرح مجبور کیا کہ انہوں نے دوبارہ واپس آنے کی ہمت نہیں کی اور پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آ گیا۔ مسلم انڈیا کی تقسیم کے دوران ہم نے لاکھوں جانوں کی قربانی دی اور یہ قربانیاں ہمارے لیے ہرگز رنج اور افسوس کا باعث نہیں ہیں۔

اسلام آج بھی ہماری رگوں میں دوڑتا ہے، یہ ہماری زندگی کا اعلیٰ مقصد ہے اور ہم اسی کے لئے جیتے ہیں۔ اور آج، اس موقع پر، اسلام کے نفاذ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار نصرۃ کے حامل افراد سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے لیے نُصرۃ فراہم کریں اور آپ میں سے ہر شخص نُصرۃ فراہم کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ سو تم راحیل۔نواز حکومت کی صفوں میں موجود ان لوگوں کی دنیاوی زندگی کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کرنے سے بچو کہ جو اُس حلف سے پھر چکے ہیں جو انہوں نے اٹھایا تھا اور تمھاری قیادت کو آلودہ کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار پر چلتے ہوئے خلافت کے دوبارہ قیام کے لئے حزب التحریر کو نصرۃ فراہم کرو، جو فقیہ اور مدبر سیاست دان شیخ عطا بن خلیل ابو الرَشتہ کی قیادت تلے سرگرمِ عمل ہے۔ وہ لوگ جو اب تک اس مقصد کے لئے آگے نہیں بڑھے، انہیں اب لازماً آگے آنا چاہیے کیونکہ خلافت کے قیام کا کام اپنے ابتدائی مرحلے میں نہیں بلکہ آخری مراحل میں پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا آگے بڑھو اور اس بات کو جان لو کہ ہم پر کوئی بھی مشکل اور تکلیف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں آتی اور مؤمن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا کرتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: **﴿أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾** "کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ جبکہ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو" (التوبۃ: 13)۔

27 جمادی الاول 1435ھ — **حزب التحریر**

28 مارچ 2014ء — **ولایہ پاکستان**

حزب التحریر کی طرف سے "نوید بٹ کو فوراً رہا کرو" مہم کے سلسلے میں حزب التحریر ولایہ یمن کے وفد نے پاکستانی سفارت خانے کو خط پہنچایا

منگل، یکم اپریل 2014 کو حزب التحریر کے ممبر انجینئر ناصر وحان اللھبی کی قیادت میں حزب التحریر کی ایک وفد نے پاکستانی سفارت خانے کے ناظم الامور جناب خالد حسین خان قوداروسے ملاقات کی اور انہیں حزب التحریر کی جانب سے ایک خط پہنچایا۔ یہ خط اس مہم کے ضمن میں دیا گیا جسے دنیا بھر میں "نوید بٹ کو فوراً رہا کرو" کے عنوان سے حزب التحریر چلارہی ہے۔

وفد نے ناظم امور کو وہ پیغام حوالے کیا جسے ولایہ پاکستان میں حزب نے مندرجہ ذیل عنوان کے تحت جاری کیا کہ وہ اسے پاکستانی حکومت تک پہنچادیں:

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّـهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾

"یہ لوگ اُن ایمان والوں سے کسی چیز کا بدلہ نہیں لے رہے تھے سوائے یہ کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے" (البروج: 8)

اس ملک کے حکمران کے نام، جس نے حزب التحریر ولایہ پاکستان کے ترجمان نوید بٹ کو تقریباً دوسال قبل اغوا کیا تھا۔ اب تک ان کی موجودگی کے مقام کا علم نہیں ہوسکا اور نہ ہی ان کو کسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ نوید بٹ کا قصور یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے ہوئے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے دوبارہ قیام کے لئے سرگرم عمل تھے، وہ خلافت جو مسلمانوں کو وحدت بخشے گی۔ وہ سچ کا برملا اظہار اور بھلائی کی دعوت دیتے تھے، انہوں نے ان منصوبوں کو بے نقاب کیا جن کو مغرب اور اس کے ایجنٹ ملک اور اس کے عوام کے خلاف بناتے رہتے ہیں۔

ناظم الامور کو مندرجہ ذیل پمفلٹ ایک خط کی صورت میں پیش کیا گیا:

"نوید بٹ، ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے مشہور ومعروف اور انتہائی قابل احترام ترجمان، جنہیں آج سے دوسال قبل 11 مئی 2012 کو اغوا کیا گیا تھا، آج تک حکومتی غنڈوں کے قبضے میں ہیں۔ نوید بٹ کا مسلمانوں کے خلاف کافر استعماری طاقتوں کی سازشوں کو مسلسل بے نقاب کرنا اور اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کے نقشے کو واضح طور پر پیش کرنا، سیاسی وفوجی قیادت میں موجود غداروں کو سخت ناپسند تھا، وہ مسلسل اس حقیقت کو واضح کرتے رہے کہ کس طرح اسلام کی حکمرانی مسلم دنیا کے لئے بالخصوص اور پوری دنیا کے لئے بالعموم خیر وبھلائی کا باعث بنے گی۔ ان غداروں نے اپنے استعماری آقاؤں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نوید بٹ کو خاموش کرنے کیلئے اپنے غنڈوں کو متحرک کیا، وہ استعماری آقا کہ جنہوں نے شام سے لے کر ازبکستان تک ہر جگہ خلافت کی دعوت کے خلاف جنگ برپا کر رکھی ہے۔ پس ان ظالموں نے اسلام کے خلاف اپنے متعدد جرائم میں ایک اور جرم کا اضافہ کیا اور نوید بٹ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اِن کے غنڈوں نے نوید بٹ کو اُن کے بچوں کے سامنے اغوا کر لیا۔ اور آج کے دن تک ان غداروں نے صرف نوید بٹ کو ہی اپنے قید خانے میں قید نہیں کر رکھا ہے بلکہ انہوں نے حزب التحریر کے شباب کے خلاف ظلم و جبر کی مہم برپا کر رکھی ہے۔ خلافت کی دعوت ان کی آنکھوں میں اس قدر کھٹکتی ہے کہ آج کے دن تک ان غنڈوں نے نہ صرف حزب التحریر کے شباب کے خلاف ظلم وجبر کی مہم برپا کر رکھی ہے، اور یہ غنڈے ہر اس جگہ پہنچ جاتے ہیں، جہاں حزب التحریر کے شباب عوام سے مخاطب ہوں یا ان کے درمیان پمفلٹ تقسیم کر رہے ہوں، خواہ یہ چند منٹوں کیلئے ہی ہو!"

ناظم الامور نے اپنی حکومت کو یہ پیغام پہنچانے کی حامی بھری جو سر سے پاؤں تک غداری کے جرم میں ڈوبی ہوئی ہے، جس نے یہ ٹھان لیا ہے کہ اپنے مغربی آقاؤں بالخصوص امریکہ کے مفادات کی خاطر حزب التحریر کے مخلص کارکنان کو پکڑتی اور اغوا کرتی رہے گی۔

عبد المؤمن الزیلعي

ولایہ یمن میں میڈیا آفس حزب التحریر کے سربراہ

حزب التحریر ولایہ سوڈان کے وفد نے خرطوم میں پاکستانی سفارت خانے کو حزب التحریر ولایہ پاکستان کا جاری کردہ لیفلٹ حوالے کیا

حزب التحریر ولایہ سوڈان کے وفد نے سوڈان میں پاکستان کے سفارت خانے کا دورہ کیا، جس کی قیادت ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے ترجمان ابراہیم عثمان ابو خلیل کر رہے تھے۔ وفد میں ولایہ سوڈان میں حزب التحریر ولایہ کمیٹی کے رکن بھائی محی الدین بخاری اور ولایہ سوڈان کی میڈیا آفس کے رکن بھائی یعقوب ابرہیم بھی شامل تھے۔ وفد نے حزب التحریر ولایہ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ لیفلٹ پاکستان کے سفارت خانے کے حوالے کیا جس کا عنوان تھا:

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلاَّ أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾

یہ لوگ اُن ایمان والوں سے کسی چیز کا بدلہ نہیں لے رہے تھے سوائے یہ کہ وہ اللہ غالب لائقِ حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے (البروج: 8)

یہ وفد اس مہم کے سلسلے میں سفارت خانے گیا جو پوری دنیا میں "ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے ترجمان نوید بٹ کو رہا کرو" کے نام سے چلائی جا رہی ہے۔ جنہیں آج سے دو سال قبل 11 مئی 2012 کو پاکستانی حکومت کے غنڈوں نے اغوا کر لیا تھا۔ انہیں آج تک نہ تو رہا کیا گیا ہے، نہ ہی یہ علوم ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے اور نہ ہی ان کو کسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس لیفلٹ میں پاکستان کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے ان پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ "نوید بٹ کیلئے کوئی افسوس یا رنج یا مایوسی نہیں ہے، کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ عنقریب نصرت و مدد کا وعدہ ہے، اور یہ کہ یہ آزمائشیں مسلمانوں کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے امتحان ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ط مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّـهِ ط أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّـهِ قَرِيبٌ﴾

"کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو اللہ کی مدد قریب ہی ہے" (البقرہ: 214)

ہاں یقیناً رنج و غم اور افسوس ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق بلند کر کے اللہ کے حضور اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں، بلکہ افسوس اور حسرت تو ان جابروں کے حصے میں آئے گی جو دعوت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں۔

لیفلٹ میں پاکستان کے مسلح افواج میں موجود مخلص مسلمانوں کو خطاب کیا گیا اور انہیں کہا گیا ہے کہ " اسلام آج بھی ہماری رگوں میں دوڑتا ہے، یہ ہماری زندگی کا اعلیٰ مقصد ہے اور ہم اسی کے لئے جیتے ہیں۔ اور آج، اس موقع پر، اسلام کے نفاذ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار نصرۃ کے حامل افراد سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے لیے نُصرۃ فراہم کریں اور آپ میں سے ہر شخص نُصرۃ فراہم کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ سو تم راحیل۔نواز حکومت کی صفوں میں موجود ان لوگوں کی دنیاوی زندگی کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کرنے سے بچو کہ جو اُس حلف سے پھر چکے ہیں جو انہوں نے اٹھایا تھا اور تمھاری قیادت کو آلودہ کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار پر چلتے ہوئے خلافت کے دوبارہ قیام کے لئے حز ب حزب کو نصرۃ فراہم کرو، جو فقیہ اور مدبر سیاست دان شیخ عطا بن خلیل ابو الرَشتہ کی قیادت تلے سرگرمِ عمل ہے۔ وہ لوگ جو اب تک اس مقصد کے لئے آگے نہیں بڑھے، انہیں اب لازماً آگے آنا چاہیے کیونکہ خلافت کے قیام کا کام اپنے ابتدائی مرحلے میں نہیں بلکہ آخری مراحل میں پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا آگے بڑھو اور اس بات کو جان لو کہ ہم پر کوئی بھی مشکل اور تکلیف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں آتی اور مؤمن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرا کرتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ جبکہ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو" (التوبۃ: 13)۔

خرطوم سفارت خانے کے ذمہ دار نے لیفلٹ کے اردو، عربی اور انگریزی کی کاپیاں لے کر سفیر کو دینے کا وعدہ کیا، جو کسی میٹنگ میں مصروف تھے اور اس نے حزب کا اڈریس بھی طلب کیا تا کہ سفیر بعد میں حزب کے ساتھ رابطہ کر سکے۔

ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے ترجمان

راحیل۔نواز حکومت حق کی آواز کو خاموش کر دینا چاہتی ہے

حزب التحریر کے رکن کو قید کر کے پاکستان میں خلافت کے قیام کو روکا نہیں جاسکتا

حزب التحریر ولایہ پاکستان کے رکن ڈاکٹر اسماعیل شیخ کو آج صبح تقریباً دس بجے اس وقت چوروں کی طرح راحیل۔نواز حکومت کے غنڈوں نے روک کر اپنی قید میں لے لیا جب وہ گلستان جوہر میں واقع اپنے گھر سے نکلے ہی تھے۔ پھر ان غنڈوں نے ایک مسلمان کے گھر کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے ان کے گھر کے گیٹ پر گولی چلا کر تالے کو توڑا اور ان کی گاڑی کو لے گئے۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر اسماعیل کی بیوی بچوں کو دھمکیاں دیں اور انہیں شدید خوف میں مبتلا کر دیا اور گھر سے کئی اشیاء کو لوٹ کر لے گئے۔

ڈاکٹر اسماعیل شیخ جو گلستان جوہر کے رہائشی ہیں، ایک مایہ ناز اور انتہائی تعلیم یافتہ ڈینٹل سرجن اور خلافت کے متحرک داعی ہیں۔ ڈاکٹر اسماعیل شیخ کی زندگی ایک داعی کی زندگی ہے جس نے اسلام کی سربلندی اور اس امت کو زوال سے نکالنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلتے ہوئے سیاسی و فکری جدوجہد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ ایک طرف سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں نے امریکی ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کو تو کھلی چھوٹ فراہم کر رکھی ہے کہ وہ پاکستان بھر میں فوجی و شہری تنصیبات کو نشانہ بنائیں لیکن حزب التحریر کے پر امن شباب کو ہر ممکن طریقے سے پاکستان میں خلافت کے قیام کی سیاسی و فکری جدوجہد سے روکنے کے لئے انتہائی ذلیل ترین ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ آخر کس طرح کا فر ریمنڈ ڈیوس جیسے لوگوں کو کھلی چھوٹ فراہم کی جاتی ہے جو دن رات پاکستان کے سلامتی کو نقصان پہنچانے کے لیے کام کرتے ہیں جبکہ وہ مسلمان جو امریکی راج کے خاتمے اور خلافت کے قیام کے لیے کام کرتے ہیں انہیں قید کر لیا جاتا ہے۔؟ ہم پوچھتے ہیں کہ آخر یہ کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے کہ ریمنڈ ڈیوس جیسے دہشت گردوں کے لیے پاکستان آنے والے سامان کو حکومت اس قدر تقدس فراہم کرتی ہے کہ پاکستانی حکام کو اُن کے سیلڈ کنٹینروں کو دیکھنے کی اجازت بھی فراہم نہیں کی جاتی جبکہ خلافت کے داعی کے گھر کی چار دیواری کا تقدس پامال کیا جاتا ہے اور گھر میں موجود چیزوں کو لوٹ لیا جاتا ہے؟ اور یہ سب کچھ اس مسلم سرزمین پر ہو رہا ہے جس پر اسلام کے نفاذ کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے خوشی سے اپنی جانیں قربان کر دیں تھیں اور اب خلافت کی حمائت بھی ملک کے تمام طبقات میں پائی جاتی ہے۔

حزب التحریر سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں پر واضح کر دینا چاہتی ہے کہ صدام، اور قذافی جیسے سفاک حکمرانوں نے حزب التحریر کو اس کی سیاسی و فکری جدوجہد سے روکنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور پھر ان کی وہاں سے پکڑ ہوئی جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور آج بھی ان جیسے موجود ہیں جو اپنے بد قسمت انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ لہٰذا ایک ایسے وقت میں جب خلافت کا قیام عنقریب ہے انشاء اللہ، عقل مند لوگ اس کی راہ میں رکاوٹ کھڑی نہیں کریں گے کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ امت کے غضب اور اس سے بھی بڑھ کر اللہ کے غضب کو دعوت دیں گے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ط مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ

"اور مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ وہ اِن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور لوگ سر اوپر اٹھا کر دوڑ رہے ہوں گے، خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (خوف کے مارے) ہوا ہو رہے ہوں گے"

(ابراھیم:43-42)

شہزاد شیخ

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے ڈپٹی ترجمان

سوال و جواب۔ تغلیب

سوال: السلام علیکم ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا "سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا (قیامت کے اس دن) جس دن کہ اس کے سایہ رحمت کے سوا کوئی دوسر اسایہ نہیں ہو گا، ایک عادل فرمانروا، دوسرا وہ نوجوان جس کی پرورش اللہ کی عبادت میں ہوئی (یعنی بچپن سے عبادت گزار تھا)، تیسرا وہ مردِ مؤمن جس کا دل مسجد سے اٹکا رہتا ہے، چوتھے وہ دو آدمی جنہوں نے صرف اللہ کیلئے آپس میں محبت کی، اسی پر جڑے رہے اور اسی پر الگ ہوئے (یعنی جب ساتھ ہیں جب بھی محبت ہے اور ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں جب بھی ان کے دل محبت سے لبریز ہوتے ہیں)، پانچواں وہ شخص جسے کسی صاحبِ وجاہت وعزت اور حسین عورت نے فعلِ حرام کی دعوت دی اور وہ کہے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں کچھ صدقہ کیا اور اس قدر چھپا کر کیا کہ گویا اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ اس کا داہنا ہاتھ اللہ کے راستے میں کیا خرچ کر رہا ہے اور کس کو دے رہا ہے، ساتواں وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ پڑے "(متفق علیہ)۔ سوال یہ ہے کہ ان مواقع میں عورت کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا، اس میں صرف مردوں کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ (حالانکہ عورتوں میں بھی ایسی نیکیاں پائی جاسکتی ہیں) اُمید ہے کہ مکمل مستفید فرمائیں گے ، اللہ برکت دے اور اپنی مدد سے نوازے۔

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مذکورہ سوال کا جواب دینے سے پہلے مندرجہ ذیل باتیں عرض کرنا چاہوں گا:

1۔ عربوں کے ہاں ایک اُسلُوب (انداز) ہے جسے "تغلیب" کہتے ہیں ، اس میں خطاب مذکر کو ہوتا ہے ، اور مؤنث کو مذکر کے ضمن میں مراد لیا جاتا ہے (گویا مذکر کو مؤنث پر برتری اور غلبہ دلایا جاتا ہے، اسی لئے اس کو تغلیب کہتے ہیں)۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: **یا ایھا الذین اٰمنوا** "اے ایمان والو" اس خطاب میں یقیناً مؤمن عورتیں بھی داخل ہیں۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے : **اَ يُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، اسْتَنْقَذَ اللَّهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ** "جو آدمی کسی مسلمان کو آزاد کر دے ، اللہ تعالیٰ اس (آزاد کردہ) کے ہر عضو کے بدلے اس کا ایک عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔" یہ حدیث اسی تغلیب کے اسلوب پر عورتوں پر بھی لاگو ہو گی ، یعنی کوئی عورت بھی یہ نیکی کرے گی تو اس کو مذکورہ اجر ملے گا۔

اسی طرح امام نسائیؒ نے اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں نقل کیا ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو آدمی اونٹ رکھتا ہو اور وہ نجدت اور رِسل میں اس کا حق (زکوٰۃ) نہیں دیتا ، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ نجدت اور رِسل سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا، مشکل اور آسان حالات میں ، (یعنی اونٹوں کے عمدہ موٹے تازہ اور دبلے پتلے ہونے ، یا خوشحالی اور قحط کی حالتوں میں زکوٰۃ نہ دے) تو وہ اونٹ قیامت کے دن خوب موٹے تازے اور فربہ ہو کر آئیں گے اور ان کا مالک ان اونٹوں کے سامنے ایک صاف برابر میدان میں الٹے منہ لِٹایا جائے گا اور وہ اونٹ اس کو اپنے قدموں سے روندیں گے اور جس وقت آخری اونٹ اس کو اپنے قدم سے روند چکے گا تو پھر از سرِ نو پہلے والے اونٹ کو لایا جائے گا، اُس دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو، تب وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا یعنی اپنے انجام کو پہنچ جائے گا"۔ تو یہ حدیث تغلیب کے اسلوب کے تحت عورت پر بھی لاگو ہوتی ہے ، عورت جب اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گی تو اسے مذکورہ سزا دی جائے گی۔

تو آپ نے دیکھا کہ عموماً مذکر کا لفظ یا آدمی کا لفظ تغلیب کے اصول کے ساتھ مؤنث یا عورت پر بھی بولا جاتا ہے.

2۔ مگر جب کوئی دوسری نص اس کو معطل کرتی ہو، تو تغلیب کے اُسلوب پر عمل نہیں کیا جائے گا:

مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ **قول كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ** "تم (مردوں) پر قتال فرض کیا گیا گو کہ وہ تمہیں دشوار معلوم ہو" (البقرۃ:216) یہاں خطاب مذکر کے صیغہ کے ساتھ کیا گیا ہے ، مگر یہاں تغلیب کو استعمال کر کے ہم یہ نہیں کہہ سکتے اس میں عورتیں بھی شامل ہیں گویا ان کو بھی خطاب کیا گیا ہے کہ کتب علیکن القتال "تم (عورتوں) پر قتال فرض کیا گیا" کیونکہ اسے دیگر شرعی نصوص میں معطل کر دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں صرف مردوں کے اوپر جہاد کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہؒ نے حبیب بن ابی عمرۃ سے روایت کی ہے، وہ عائشہ بنت طلحہ سے، وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہے، فرمایا: میں نے عرض کیا **يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟** "یارسول اللہ کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، «**نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيهِ:**

الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ» "ہاں ان کے اوپر جہاد ہے، جس میں قتال نہیں، (یعنی) حج اور عمرہ" ۔ یعنی قتال کے معنی کا جہاد عورت کے اوپر فرض نہیں۔

یامثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ**،"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھو"(الجمعہ:9)۔ یعنی آدمی کیلئے حرام ہے کہ جمعہ کی آذان کے وقت خرید وفروخت میں لگا رہے، یہاں تغلیب کے اصول پر عمل نہیں ہو گا، مطلب یہ ہے کہ عورت کیلئے آذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت حرام نہیں، کیونکہ جمعہ عورتوں کے اوپر فرض نہیں کیا گیا۔ حاکم نے مستدرک میں ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **«الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ»** " جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے، مگر چار قسم کے لوگوں پر نہیں: مملوک غلام، عورت، چھوٹا بچہ یا مریض ۔"حاکم نے کہا: یہ حدیث شیخین (امام بخاری و مسلمؒ) کی شرط پر صحیح ہے، ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

3۔ اسی بنا پر ہم اس حدیث کو یوں سمجھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت کیا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ العَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي المَسَاجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفَى حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ**."سات قسم کے آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا (قیامت کے اس دن) جس دن کہ اس کے سایہ رحمت کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہو گا، ایک عادل فرمانروا، دوسرا وہ نوجوان جس کی پرورش اللہ کی عبادت میں ہوئی (یعنی بچپن سے عبادت گزار تھا)، تیسرا وہ مردِ مؤمن جس کا دل مسجد سے اٹکا رہتا ہے چوتھے وہ دو آدمی جنہوں نے صرف اللہ کیلئے آپس میں محبت کی اسی پر جڑے رہے اور اسی پر الگ ہوئے(یعنی جب ساتھ ہیں جب بھی محبت ہے اور ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں جب بھی ان کے دل محبت سے لبریز ہوتے ہیں) پانچواں وہ شخص جسے کسی صاحبِ وجاہت وعزت اور حسین عورت فعلِ حرام کی دعوت دے اور وہ کہے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں ،چھٹا وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں کچھ صدقہ کیا اور اس قدر چھپا کر کیا کہ گویا اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ اس کا داہنا ہاتھ اللہ کے راستے میں کیا خرچ کر رہا ہے اور کس کو دے رہا ہے، ساتواں وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ پڑے"۔

یہ حدیث تغلیب کے اسلوب کے ساتھ عورت پر بھی منطبق ہے، لیکن یہ انطباق اُن پانچ اصناف کی نسبت سے ہو گا، جو دیگر نصوص کی وجہ سے معطل نہیں کئے گئے ۔ یعنی وہ نوجوان عورت جو اپنے رب کی عبادت میں پلی بڑھی ہو.......وہ دو عورتیں جو خالص اللہ کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتی تھیں ...... وہ عورت جسے کوئی مرد گناہ کی دعوت دے...... وہ عورت جو صدقہ کرے .... ایسی عورت جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا ہو، پھر اس کے آنسو بہہ پڑے......

لیکن حدیث اس اسلوب کے ساتھ عادل حکمران اور اس آدمی کے بارے میں جس کا دل مساجد کے ساتھ لگا رہتا ہے، منطبق نہیں ہو گی کیونکہ ان دونوں کے بارے میں یہ اسلوب دیگر نصوص کی وجہ سے معطل کیا گیا ہے۔

جہاں تک امام عادل کا تعلق ہے، تو اس لئے کہ اسلام میں عورت کاروبارِ حکومت نہیں چلا سکتی، امام بخاریؒ نے ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: **لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ، قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى، قَالَ: «لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً** "جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ فارس والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنا لیا ہے، تو فرمایا: کہ وہ قوم ہر گز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے امور سلطنت عورت کے سپرد کر دے"۔ تو امور کی دیکھ بھال یعنی منصبِ حکومت اوراقتدار عورت کے سپرد کرنا جائز نہیں، حکومتی منصب کے علاوہ، جیسے عدالت، خلیفہ کا چناؤ یا مجلس امت کے لئے اس کا انتخاب وغیرہ، ان جائز عہدوں میں سے ہیں جو حکومت نہیں کہلاتے، اس کا مطلب ہے کہ حدیث کے اندر "الامام العادل "کے الفاظ کے تحت عورت داخل نہیں۔ اس کے باوجود بعض مفسرین نے "الامام العادل " کو "الراعی العادل "(عادل چرواہا) کے معنی میں لے کر اس کو عورت پر منطبق کیا ہے اور اس کے لئے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کو بخاریؒ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: **سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا...**" میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: تم

باقی صفحہ 30 پر

سوال کا جواب: اوباما کا سعودی عرب کا دورہ اور شام پر اس کے اثرات

سوال: 2014/3/8 کو الحیات ویب سائٹ نے فرانسیسی نیوز ایجنسی اے ایف پی کے حوالے سے ایک خبر شائع کی کہ: "فری سیرین آرمی کی سپریم ملٹری کونسل نے میجر جنرل سلیم ادریس کی جگہ بریگیڈئر عبد الالٰہ البشیر النعیمی کو چیف آف سٹاف مقرر کر لیا ....." یہ "سپریم ملٹری کونسل کے ڈھانچے کو مکمل کرنے" کے ضمن میں کیا گیا.....اس تکمیل میں سٹاف کے دوسرے ممبران کی تقرری بھی شامل ہے.....ان واقعات کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی منظر عام پر آگئی کہ ترکی نے قومی کونسل دفاتر بند کر دیا اور ان کے قاہرہ منتقل ہونے کا امکان ہے۔ سوال یہ ہے کہ: کیا ان تبدیلیوں اور منظر عام پر آنے والی ان خبروں کا اس ماہ کے آخر میں اوباما کے خطے خاص طور پر سعودی عرب کے دورے کے ساتھ کوئی تعلق ہے کیونکہ سعودی عرب کا شام میں لڑائی کے محاذوں خصوصا جنوبی محاذ میں کردار ہے؟ ان دفاتر کو بند کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: یقیناً اوباما کی جانب سے اس مہینے کے آخر میں سعودیہ کے دورہ اور میجر جنرل سلیم ادریس کو برطرف کر کے بریگیڈئر عبد الالٰہ البشیر کو سپریم ملٹری کونسل کے چیف آف سٹاف مقرر کر کے اس کے ڈھانچے کو مکمل کرنا دونوں شام کے لیے امریکی پالیسی کے دو ایسے راستے ہیں جو آخر کار یکجا ہو جاتے ہیں لیکن تفصیل میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر ایک کے مخصوص اغراض و مقاصد ہیں اس کی وضاحت ہم اس طرح کریں گے:

اول: اوباما کی جانب سے اس ماہ کے آخر میں خطے بالخصوص سعودی عرب کے دورے کے حوالے سے:

1۔ امریکی وزارت خارجہ کی ویب سائٹ آئی آئی پی ڈیجیٹل نے 2014/1/21 کو ایک بیان شائع کیا جس کو وائٹ ہاؤس کے پریس سیکریٹری کے آفس نے جاری کیا تھا، جس میں کہا گیا ہے کہ صدر اوباما 24، 25 مارچ کو ایٹمی مواد کی سکیورٹی کی ضمانت کے حوالے سے ہونے والی پیش رفت اور ایٹمی دہشت گردی کو روکنے کے لیے مستقبل کے اقدامات پر بحث کرنے کے لیے ایٹمی امن سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لیے ہالینڈ میں ہوں گے..... جس کے فوراً بعد 26 مارچ کو امریکہ اور یورپی یونین کے سربراہی اجلاس میں شرکت کے لیے برسلز جائیں گے.....27 مارچ کو پوپ فرانسیس سے ملاقات کے لیے ویٹیکن کا دورہ کریں گے.....اٹلی کے صدر اور وزیر اعظم سے بھی ملاقات کریں گے.....2014/2/3 کو یعنی دس دن کے بعد وائٹ ہاؤس کے پریس سیکریٹری نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا ہے کہ: "دونوں ملکوں کے درمیان انتظامی مشاورت کے حصے کے طور پر صدر اوباما مارچ میں سعودی عرب کا دورہ کریں گے جس میں دو ممالک کے مابین قائم مضبوط تعلقات پر تبادلۂ خیال اور خلیج کی سکیورٹی، علاقائی امن اور مشرق وسطیٰ کی سلامتی سے متعلق مشترکہ مفادات، انتہا پسندی اور تشدد کی سرکوبی اور ترقی اور امن کے فروغ سے متعلق معاملات زیر بحث آئیں گے، صدر کا سعودیہ کا دورہ اس کے یورپ کے دورے جس میں ہالینڈ، بلجیم اور اٹلی شامل ہیں کے بعد ہو گا"۔ (آئی آئی پی ڈیجیٹل ویب سائٹ امریکی وزارت خارجہ 2014/2/3)۔

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ سعودیہ کا دورہ اس ماہ کے آخر میں یعنی 2014/3/27 کو اٹلی کے دورے کے بعد ہو گا۔

2۔ سی این این سائٹ نے 2014/2/3 کو یہ خبر دی کہ ان کو یہ رپورٹ ملی ہے کہ "امریکی صدر مارچ میں سعودی فرمانروا کے ساتھ ایرانی ایٹمی پروگرام کے حوالے سے حال ہی میں طے پانے والے معاہدے کے بارے میں واشنگٹن اور ریاض کے درمیان اختلافات پر بات چیت کریں گے" سائٹ نے اس حوالے سے وائٹ ہاؤس کے ترجمان جے کارنی کا یہ بیان شائع کیا: "ہمارے درمیان نقطہ نظر کا جس قدر بھی اختلاف ہو لیکن اس سے کسی چیز میں تبدیلی نہیں آئے گی کیونکہ ہمارا اشتراک بہت ہی اہم اور اعتماد سے بھرپور ہے"۔

واشنگٹن پوسٹ نے 3 فروری کو یہ خبر نشر کی کہ وائٹ ہاؤس کے ترجمان جے کارنی نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ: "سعودی عرب امریکہ کا دوست ہے ہمارے درمیان وسیع اور گہرے دوطرفہ تعلقات ہیں جو ہمہ گیر ہیں، صدر کو اس دورے کا شدت سے انتظار ہے، ملاقات میں تمام مسائل پر بحث کی جائے گی .....ہمارے درمیان اختلافات کی نوعیت جو بھی ہو لیکن یہ اس حقیقت کو ذرا برابر بھی تبدیل نہیں کر سکتے کہ یہ اشتراک اہم اور اعتماد سے بھرپور ہے"۔

امریکی اخبار (وال سٹریٹ جرنل) نے 2014/2/1 کو خبر شائع کی کہ امریکی صدر باراک اوباما رواں ماہ سعودی عرب کا دورہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جہاں وہ سعودی فرمانروا شاہ عبد اللہ بن عبد العزیز کے ساتھ دونوں ممالک کے درمیان مشرق وسطیٰ کے خطے کے لیے امریکی انتظامیہ کی پالیسیوں خاص طور پر ایرانی ایٹمی پروگرام اور شام کی خانہ جنگی میں مداخلت پر تیار نہ ہونے کی وجہ سے بگڑتے تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش کریں گے، سائٹ نے ایک عرب عہدہ دار

کے حوالے سے کہا کہ یہ سربراہ ملاقات انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اس کا مقصد امریکہ اور سعودی عرب کی پالیسیوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا ہے اس نے مزید کہا کہ (اس کا مقصد بگڑتے تعلقات اور بے اعتمادی کو ختم کرنا ہے)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بات ایسی ضرور ہے کہ جس نے امریکہ کو اوباما کی جانب سے تین یورپی ملکوں کے اس مقررہ دورے، جس کا اعلان دس دن پہلے کیا گیا تھا، میں اسے شامل کرنے پر مجبور کیا! اس کو سمجھنے محرکات کا جائزہ لینے کے لیے ہم یہ پیش کرتے ہیں:

ا۔ 24 /2013/11 کو امریکہ اور ایران کے درمیان اس ایٹمی معاہدے، جس نے خطے میں ایران کا ہاتھ کھول دیا، کے بعد امریکہ اور ایران کے درمیان قربت، پھر شام میں رونما ہونے والے واقعات میں امریکہ کے مؤقف جس سے واضح ہو تا ہے کہ وہ بشار کی بالواسطہ اور بلاواسطہ مدد کر رہا ہے.....اس سب نے خاص کر خطے میں ایران کے ہاتھ آزاد کرنے سے سعودی عرب کو متاثر کر دیا، ایران کے بارے میں تو یہ مشہور ہے کہ وہ ہر ملک میں اس مسلکی پہلو کو استعمال کرتا ہے جس کا اس سے تعلق ہو اور وہاں افراتفری کو ہوا دیتا ہے، سعودی عرب نے اس پر نظر رکھی ہوئی ہے جو کچھ بحرین، عراق، شام، لبنان اور یمن میں ہو رہا ہے.....وہ سعودیہ کے مشرقی علاقوں میں ایران کی حرکات وسکنات سے بھی پریشان ہے جو ان کی حکومت کے لیے امن وآمان کا مسئلہ پیدا کر رہی ہیں.....اس سب کی وجہ سے سعودی عرب نے بین الاقوامی برادری کے اقدامات سے ناراض ہو کر احتجاج کے طور پر سلامتی کونسل کی نشست لینے سے انکار کر دیا، ظاہر ہے بین الاقوامی برادری سے ان کی مراد امریکہ ہی ہے۔ یہ ان بیانات کے علاوہ ہیں جن میں بعض سعودی عہدیداروں کی جانب سے امریکی مؤقف پر تنقید بھی کی گئی.....

ب۔ سعودیہ شام کے جنوبی علاقوں میں انقلابیوں کو جو اسلحہ فراہم کر رہا ہے یعنی اردن کے راستے اور خاص کر وہ کھیپ جو شام کے جنوبی علاقوں کے انقلابیوں کے لیے اسلحے کی فراہمی پر نگران اردن میں امریکی چیک پوسٹوں کو بائی پاس کرتے ہیں یہ کھیپ امریکہ کو پریشان کر رہی ہیں .....فرانسیسی اخبار لوفیگارو نے 2013/10/28 کو صحافی جارجز مالبرونو کی ایک رپورٹ شائع کی جس کے مطابق (ہر ہفتے 15 ٹن اسلحہ فری سیریئن آرمی کے اسلحے کے گوداموں میں پہنچ جاتا ہے، اس میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ سعودی سرمائے سے اسلحہ یوکرائن اور بلغاریہ کہ بلیک مارکیٹوں میں خریدا جاتا ہے پھر سعودی جہازوں کے ذریعے اس کو جنوبی اردن کے ہوائی اڈوں پر پہنچایا جاتا ہے) اس رپورٹ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ (رواں سال کے پہلے چھ مہینوں کے دوران چھ سو ٹن اسلحہ (شامی صدر) بشاراسد کے مخالفین کو اردن کے راستے پہنچایا گیا).....السفیر میگزین نے 2014/2/21 کو یہ خبر شائع کی کہ (..... گزشتہ 29 جنوری کو اسلحے سے لدے ہوئے تین سعودی ملٹری کارگو طیارے اترے ہیں، اس اسلحہ میں لاوراکٹ، ذرائع موصلات کے آلات، ٹینک شکن راکٹ، ہلکا اسلحہ اور بکتربند گاڑیاں شامل ہیں.....عرب ذرائع نے کہا ہے کہ امریکہ اب بھی شامی مسلح اپوزیشن کو چائنا ساختہ میزائل اور جدید اسلحہ فراہم کرنے میں تردد کا شکار ہیں.....) یہ بھی کہا کہ: (عرب اور مغربی متضاد سکیورٹی ذرائع نے کہا ہے کہ الغوطہ الشرقیہ کے معرکے کے دوران اور اس کے بعد کے ہفتوں میں سعودیوں نے المفرق ائرپورٹ کے ذریعے اسلحے کی بھاری کھیپ منتقل کر دی جس میں سے کچھ یوکرائن میں خریدا گیا تھا، ہر ہفتے 15 ٹن اسلحہ لے کر قافلے اردنی شامی سرحد سے صحرائی گزرگاہوں کے ذریعے ان مراکز تک پہنچتے ہیں جن کی تعداد 15 سے زیادہ ہے جو الغوطہ الشرقیہ کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں) اسلحے کے پہنچنے کے حوالے سے 2014/2/6 کو 'السفیر' میں نشر ہونے والی یہ خبر بھی دلالت کرتی ہے کہ "درعا کے اکثر مسلح گروپ کل اکھٹے ہوئے اور "فرقۃ الیرموک" کے جھنڈے تلے اکھٹے ہونے کا اقرار کیا جس میں اس وقت 14 مختلف بریگیڈ اور بٹالین شامل تھیں جن میں سے نمایاں ترین 'درع الجنوب'، 'البراء بن مالک' اور 'کتیبۃ المدرعات' ہیں"، مزید یہ کہ: "مسلح گروپوں کی یہ وحدت جنوبی شام میں شروع کی جانے والی ایک لڑائی کے ساتھ ہی وقوع پذیر ہوئی جس کو "حوران کے جنیوا" کا نام دیا گیا، جس کی قیادت پانچ آپریشن رومز کر رہے تھے جو پورے درعا صوبے میں پھیلے ہوئے تھے".....

اس سب نے امریکہ کو پریشان کر دیا کیونکہ اس کے ذریعے جنوبی محاذ کے بعض انقلابیوں کا اس کے حلقۂ اثر سے نکلنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، خاص کر چونکہ سعودیہ میں ایسی قوتیں ہیں جو انگریز کے پیروکار ہیں اور اس کے نقش قدم پر چل کر امریکی منصوبوں کی راہ میں روڑے اٹکاتی ہیں جو کہ انگریز کی پالیسی میں معروف ہے.....اس سب نے شام کے جنوبی محاذ میں سعودی سرگرمیوں سے امریکہ کو تشویش میں مبتلا کر دیا.....اگرچہ امریکہ 13 دسمبر 2013 کو شام کے جنوب میں سعودی سرگرمیوں کے ردعمل میں جنوب میں فری سیرئن آرمی کے ماتحت شامی انقلابیوں کا محاذ قائم کر چکا ہے، تاہم امریکہ جنوب میں سعودی سرگرمیوں کو سنجیدگی سے لے رہا ہے خاص کر ان سرگرمیوں کو جو اردن میں امریکی نگرانی کو بائی پاس کرتی ہیں۔

ج۔ پھر ایک اور عامل بھی ہے؛ اگرچہ آل سعود کی قیادت اس وقت برطانوی وفادار عبد اللہ اور اس کے معاونین کے پاس ہے لیکن ان کی صفوں میں امریکہ کے وفادار بھی ہیں اور امریکہ کو بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اقتدار تک پہنچانے اور حکومت کو اپنے زیرِ اثر لانے کی کوشش کے طور پر، جیسا کہ فہد کے دور میں تھا، سعودیہ کے ساتھ دشمنی کا اظہار نہ کرے۔ ساتھ شاہی خاندان میں امریکی کارندے امریکہ کے ساتھ تعلقات سنوارنے کا اہتمام بھی کر رہے ہیں.....

3۔ یوں فریقین اختلافات کو ختم کرنا چاہتے ہیں! اب دونوں طرف سے یہ چاہتیں اس ماہ کے آخر میں اوباما کے متوقع دورے کی تمہید کے طور پر عملی اقدامات کی شکل اختیار کر چکے ہیں، طرفین نے کے اقدامات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ سعودی عرب نے "ملک سے باہر جا کر لڑنے والوں اور انتہا پسند گروہوں سے تعلق رکھنے والوں کو سزا دینے کے قانون " کا اجراء کیا، (الاقتصادیہ 2014/2/3)، ظاہری بات ہے کہ اس سے مقصود شام کی لڑائی ہے، اس قانون کا اجراء 2014/2/3 یعنی اوباما کی جانب سے سعودیہ کو بھی اپنے دورے کی ترتیب میں شامل کرنے کے ساتھ ہوا جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے! یہ سب امریکہ کو خوش کرنے کے لیے تھا.....اس کے ساتھ ساتھ شہزادہ محمد بن نایف (وزیر داخلہ) نے امریکی سی آئی اے اور واشنگٹن کی دوسری انٹیلجنس ایجنسیوں کے سربراہوں کے ساتھ ملاقاتیں کی اور کئی مسائل، جن میں شام کا مسئلہ بھی شامل ہے، کے بارے میں گفت وشنید کی.....الرویہ نیوز نیٹ ورک نے 2014/2/24 کو خبر دی کہ: (نیشنل سیکورٹی کی مشیر سوزان رائس اور داخلی سیکورٹی کی مشیر لیزا موناکو نے گزشتہ بدھ سعودیہ کے وزیر داخلہ شہزادہ محمد بن نایف سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے بعد نیشنل سیکورٹی کونسل کی ترجمان کیٹلن ہائیڈن نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ تینوں عہدہ داروں نے "علاقائی مسائل پر تبادلۂ خیال کیا اور مشترکہ مفادات کے کئی معاملات میں باہمی تعاون جاری رکھنے کے عزم کا اظہار بھی کیا"۔

ب۔ امریکہ نے حالیہ مہینوں میں کیری کو دوبارہ بھیجا: نومبر 2013 اور جنوری 2014 میں یہ دورے ایران اور شام سے متعلق امریکی پالیسی کے حوالے سے سعودی عہدہ داروں کو مطمئن کرنے کے لیے تھے۔ کیری نے امریکہ کے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ ایران کو ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ کیری نے میٹنگ سے تھوڑی دیر پہلے ہی کہا کہ سعودیہ خطے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے (بی بی سی ترکی 2013/11/6)۔

4۔ پھر اوباما کی جانب سے سعودیہ کا دورہ جو کہ باہمی صلح کی اعلی سطحی کوشش کرنا، فریقین کے درمیان ناراضگی کو کم کرنے اور آل سعود کو ان کی کرسی، کہ جس کے حوالے سے وہ خوفزدہ ہیں، کے بارے میں مطمئن کرنا ہے۔ اس کرسی کے علاوہ ان کو کسی چیز کی فکر نہیں۔ صرف یہی چیز ہے جس کے لیے ان کو تشویش لاحق ہے ورنہ شام میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ان کو کوئی پریشانی نہیں سوائے اس کے کہ کہیں اس کی بازگشت ان کی کرسی کو تہہ وبالا نہ کر دے گی۔ اسی وجہ سے وہ اہل شام کی مدد نہیں کرتے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ امریکہ جنیوا-1 اور جنیوا-2 کانفرنسوں میں جن کی آل سعود نے حمایت کی تھی شامی حکومت کے مسئلے کو حل کر دے تاکہ وہ شامی انقلاب کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ ہاں ان کی جانب سے یہ اہتمام اپنے تخت وتاج کو بچانے کے لیے ہے شام کے مسلمانوں کی مدد یا ان کے بہتے ہوئے خون کو روکنے کے لیے نہیں.....

یوں یہ دورہ سعودیہ کے ساتھ اختلافات کو کم کرنے اور ان کے سامنے یہ واضح کرنے کے لیے ہے کہ ایران کے ساتھ اس کی قربت یا شام کے بارے میں اس کا مؤقف سعودی حکومت کو پریشان کرنے کے لیے نہیں، امریکہ یہ بات جانتا ہے کہ آل سعود کے لیے اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ ان کی حکومت متاثر نہ ہو، ان کی کرسی کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ یہی چیز ان کے لیے اہم ہے۔ یہ ان کے لیے شام کے زخمیوں یا مقتولین کی تعداد سے زیادہ اہم ہے.....

اس بات کا امکان ہے کہ اوباما خطے کے اپنے دورے کے دوران دوسرے علاقوں کا بھی دورہ کرے گا مگر توقع یہی ہے کہ سعودی عرب کا یہ دورہ ہی اس کا اہم سنگ میل ہے.....اوباما سعودی حکمرانوں کو باور کرانے کی کوشش کرے گا کہ ان کی کرسیاں محفوظ ہیں اور ایران، عراق، شام، لبنان اور یمن کے ساتھ امریکہ کے تعلقات سعودی حکمرانوں کے خلاف نہیں بلکہ نام نہاد "دہشت گردی" کے خلاف ہیں، وہ اس حوالے سے سعودیوں کو لڑائی کے لیے شام جانے سے روکنے کے فیصلوں پر سعودی اقدامات کی تعریف کرے گا.....

ثانیاً: جہاں تک سلیم ادریس کی برطرفی اور بعض دفاتر کو بند کر کے ان کو قاہرہ منتقل کرنے کے موضوع کا تعلق ہے تو معاملہ کچھ یوں لگ رہا ہے:

1۔ 2012/12/7 کو 250 تا 260 عسکری قائدین اور مسلح شامی اپوزیشن کا اجتماع ہوا اس اجتماع میں مغربی اور عرب سیکورٹی عہدیداروں نے شرکت کی جس میں متحرک کردار امریکہ کا تھا، یہاں فری سیرین آرمی کے لیے نئی ملٹری کونسل کا انتخاب کیا گیا جو تین

عسکری قائدین پر مشتمل تھی جس میں بریگیڈئر سلیم ادریس کو فری سیرین آرمی کا نیا سربراہ منتخب کیا گیا اور یوں وہ سپریم ملٹری کونسل (SMC) کا سربراہ بن گیا (ایسوسی ایٹڈ پریس 7 دسمبر 2012)۔

2۔ 7/5/2013 کو واشنگٹن پوسٹ نے خبر شائع کی کہ "باراک اوباما کی قیادت میں امریکی انتظامیہ سلیم ادریس پر اعتماد کرتی ہے"۔ اخبار نے کہا کہ: "یہی امریکہ کی نئی پالیسی میں سنگ بنیاد ہے اس کا ذمہ دارانہ مؤقف اور اعتدال پسندی ہی انتظامیہ کے اس پر اعتماد کرنے کا محرک ہے"۔ اخبار نے کہا کہ: "اس (سلیم ادریس) نے صدر اوباما کو خط لکھا جس میں اس نے شام میں مداخلت نہ کرنے کے بارے میں امریکہ کے مؤقف کو سمجھنے کا اظہار کیا اور مالی، انٹیلجنس اور تربیتی مدد کا مطالبہ، ساتھ ہی جہادی جماعتوں کا سامنا کرنے کے لئے اپنی تیاری کا عندیہ دیا" اس حال میں ان کے علم بلکہ اشارے کے بغیر سلیم کو برطرف کرنا ممکن نہیں کیونکہ اسی نے اس کا تقرر کیا تھا، وہی اس پر اعتماد کرتا تھا اور اسی نے قومی کونسل کی طرح ملٹری کونسل بنائی ہے۔

3۔ سلیم ادریس انقلابیوں کے محاذوں کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب نہیں ہوا اور نہ ہی کوشش کے باوجود وہ کسی اندرونی محاذ کو اپنی طرف کر سکا، بلکہ وہ تو فری سیرین آرمی کے جنگجوؤں اور بعض بریگیڈز کو اسلامی جنگجوؤں میں شامل ہونے سے بھی نہیں روک سکا، رائٹرز نے 30/9/2013 کو اس شمولیت کے بارے میں کہا کہ: "جنگجو صرف انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے مکمل بریگیڈ جو کہ طاقتور تھے ان میں شامل ہوگئے" پھر جس چیز نے امریکہ کی پریشانی میں اضافہ کر دیا وہ اسلامی گروپوں کا دسمبر 2013 میں سرحدی چیک پوسٹوں اور مغرب کی حمایت یافتہ فری سیرین آرمی کے اسلحے کے گوداموں پر قبضہ ہے ..... امریکی میگزین ٹائمز نے خبر دی کہ امریکی عہدہ داروں نے تصدیق کی ہے کہ فری سیرین آرمی کا سربراہ سلیم ادریس شام سے بھاگ گیا ہے، امریکی میگزین نے 12/12/2013 کو اپنی ویب سائٹ پر نشر کی جانے والی رپورٹ میں امریکی عہدیداروں کے حوالے سے کہا کہ "ادریس شام سے ترکی بھاگ گیا پھر وہاں سے قطر چلا گیا....." گویا سلیم ادریس کے اقدامات ان کو پسند نہیں آئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امدادی گوداموں پر حملے کے واقع نے ان کو پریشان کر دیا کیونکہ امریکہ نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ یہ ان انقلابیوں کے ہاتھ نہیں لگنے چاہیے جو ان کے ساتھ چلنا نہیں چاہتے، قومی کونسل کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کے منصوبے قبول نہیں کرتے۔

4۔ جہاں تک سلیم ادریس کا تعلق ہے اس کو امریکہ ہی نے مقرر کیا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے اور اسی پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ کچھ قابل ستائش اقدامات کے ذریعے شام کے اندر فری سیرین آرمی کی حیثیت قائم کرے اور کچھ گروپوں کو فری سیرین آرمی میں ضم کر دے..... لیکن اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچی۔ وہ شام کے اندر کسی گروپ کو فری سیرین آرمی میں ضم نہیں کر سکا، بلکہ وہ تو خود اس آرمی کو نقصان سے نہیں بچا سکا اور اس کو محفوظ نہیں رکھ سکا۔ ایک بڑی تعداد اس کو چھوڑ کر دوسرے گروپوں میں شامل ہو گئی! پھر جس چیز نے معاملے کو اور پیچیدہ کر دیا وہ یہ ہے کہ وہ امریکہ کی جانب سے دیے گئے اسلحے کو بھی محفوظ نہیں کر سکا اور اسلحہ گوداموں پر دوسرے گروپوں نے قبضہ کر لیا اسی لیے یہ افواہ پھیل گئی کہ سلیم ادریس قطر بھاگ گیا جس نے امریکہ کو پریشان کر دیا۔ یوں امریکہ سلیم ادریس کے ذریعے شام کے اندر فری سیرین آرمی کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں ناکام ہو گا، امریکہ اسی پر بھروسہ کرتا تھا کیونکہ کونسل میں اس کے آلہ کار بھی باہر تھے۔ وہ یہ گمان کرتا تھا کہ فری سیرین آرمی مؤثر آپریشن کے ذریعے اندرونی طور پر اپنا لوہا منوائے گی لیکن امریکہ کی یہ امید خاک میں مل گئی، جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، اسی وجہ سے وہ ایک ایسا قائد تلاش کرنے لگا جس کی جڑیں نسب کے لحاظ سے کسی قبیلے یا خاندان کی وجہ سے مضبوط ہوں، میدان جنگ میں لڑائی میں بھی اس کی جڑیں پیوست ہوں۔ اسی لیے اس کی نظریں عبد الالہ البشیر پر مرکوز ہو گئیں اور اس کو 16/2/2014 کو سلیم ادریس کی جگہ متعین کر دیا اور ملٹری کونسل نے اس بارے میں فیصلہ کر دیا، اسی طرح بریگیڈئر ھیثم الفصیح کو شمال میں ادلب کے صوبے میں البشیر کے نائب کے طور پر کمان سونپ دی گئی، امریکہ امید کرتا ہے کہ البشیر جنوب میں اور ھیثم شمال میں دونوں محاذوں کے درمیان نظم ونسق کو بہتر بنانے اور اندرونی طور پر اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نئے تقرر کردہ یہ دونوں قائدین سیرین انقلابی فرنٹ کے ساتھ پُر اعتماد طریقے سے کام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں جس کے قائد جمال معروف ہیں۔ امریکہ جنوبی علاقوں میں البشیر کے تعلقات کو باہر بیٹھی کونسل کے لیے اندرونی طور پر ایک قوت تشکیل دینے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی جنوب میں سعودی حمایت یافتہ انقلابیوں کو بھی قابو کرنا چاہتا ہے۔

ابتدا میں سلیم ادریس نے انتہائی رد عمل کا مظاہر کیا اور کونسل کے سربراہ الجربا پر آمر ہونے کا الزام لگایا۔ مختلف فرنٹوں اور ملٹری کونسل کی جانب سے ایک بیان جاری کیا گیا اور الجربا کو سپریم ملٹری کونسل کے فیصلے کا ذمہ دار قرار دیا اور کہا کہ: "فارمیشن لیڈران اس پر اعتماد نہیں کرتے اور اس پر کرپشن کا الزام لگاتے ہیں۔ اس نے فیصلے پر دستخط کرنے والوں کو رشوت دی ہے" (اے ایف پی 17/2/2014)۔ اگرچہ سب جانتے ہیں کہ الجربا اور جو بھی اس کے

ساتھ ہیں وہ امریکہ کی مرضی اور اس کے اشارے کے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتے.....!

بہر حال اس کے بعد ادریس ٹھنڈے ہو گئے خاص کر 2014/3/6 کو اس خبر کے نشر ہونے کے بعد کہ (سیرین قومی کونسل سربراہ احمد الجربا، پانچوں عسکری قائدین، جنوبی محاذ کے قائدین اور درعا میں انقلابی کونسل کے سربراہ نے اتفاق کر لیا کہ وزیر دفاع اسعد مصطفیٰ کونسل کے سربراہ کو اپنا استعفیٰ پیش کرے گا اور اس کے نائبین کو مستعفی سمجھا جائے گا.....اسی طرح بریگیڈیئر سلیم ادریس بھی سٹاف کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کرے گا اور پھر اس کو کونسل کے سربراہ کے عسکری امور کا مشیر نامزد کیا جائے گا، ساتھ سپریم ملٹری کونسل کے ممبران میں اضافہ کیا جائے گا)۔

پھر اس کے بعد آج بتاریخ 2014/3/8 کو 2014/3/6 کی خبر کی تصدیق ہو گئی جب الحیات ویب سائٹ نے فرانسیسی نیوز ایجنسی اے ایف پی کے حوالے سے 2014/3/8 کو یہ خبر شائع کی تھی کہ: "فری سیرین آرمی کی سپریم ملٹری کونسل نے بریگیڈیر عبد الالہٰ البشیر النعیمی کو میجر جنرل سلیم ادریس کی جگہ چیف آف سٹاف مقرر کر دیا....."۔

5۔ "فری سیرین آرمی" کے نئے چیف آف سٹاف بریگیڈیر عبد الالہٰ البشیر النعیمی شام کے جنوب مغربی صوبے القنیطرہ کے علاقے الرفید سے تعلق رکھتا ہے، جو کہ گولان کی ان پہاڑیوں کے ساتھ ہے جن پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ یہ النعیمی قبیلے جو کہ شام کے بڑے قبائل میں سے ہے کے سرداروں میں سے ہے۔ البشیر شامی حکومتی فورسز سے جون 2012 میں منحرف ہو گیا تھا، تب سے وہ القنیطرہ صوبے میں "فری سیرین آرمی" کی تاسیس اور تشکیل نو میں مصروف ہے۔ وہاں آپریشن کی قیادت، اس کے بعد ملٹری کونسل کی سربراہی قبول کرنے تک خود ہی آپریشن فارمیشن کی قیادت کی۔ ان عسکری منصوبوں کو ترتیب دیا جن سے صوبے کے جنوبی مضافات میں اس کی قیادت میں 90 ٪ سے زائد علاقے پر قبضہ کیا گیا۔ ملٹری کونسل کے فیصلے پر قومی کونسل کے سربراہ احمد الجربا کا یہ بیان سامنے آگیا کہ کونسل "ملٹری کونسل کی جانب سے عبد الالہٰ البشیر کو فری سیرین آرمی کے چیف آف سٹاف اور بریگیڈئر ھیثم الفصیح کو ڈپٹی چیف مقرر ہونے پر خوشی محسوس کرتی ہے"(الجزیرہ-ایجنسیاں)۔

البشیر کی انہی خوبیوں کی وجہ سے کہ وہ جنوب کے ایک قبیلے سے ہے اور عملی طور پر میدان جنگ کا قائد ہے، امریکہ نے اس امید کے ساتھ اس کا تقرر کیا کہ وہ اس کے بیرونی آلہ کاروں کے لیے اندرونی طور پر جڑیں مضبوط کرے گا.....لیکن اللہ کے اذن سے اس کی یہ امید بھی خائب وخاسر ہو گی جیسا کہ پہلے بھی ہوئی۔ اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

ثالثاً: رہی بات ترکی میں بعض دفاتر کے بند ہونے اور ان کو قاہرہ منتقل کیے جانے کی.....:

جی ہاں اس حوالے سے خبر ویب سائٹ "کلنا شرکاء" میں 2014/2/12 کو نشر ہوئی، سائٹ پینوراما مشرق وسطیٰ نے بھی 2014/2/5 کو ترکی میں بعض دفاتر کو بند کیے جانے کی طرف اشارہ کیا.....

لیکن ان خبروں کی بعد میں تردید بھی کی گئی جیسا کہ الشرق الاوسط اخبار نے 2014/2/25 کو خبر شائع کی کہ ".....'شامی کونسل' کے ترکی میں نمائندے خالد خوجہ نے 'الشرق الاوسط' سے بات کرتے ہوئے ان خبروں کی تردید کر دی کہ 'ترک حکومت نے کونسل سے اپنے ہیڈ کوارٹر کو قاہرہ منتقل کرنے کا مطالبہ کیا ہے' اس بات کا انکشاف بھی کیا گیا کہ 'کل ہی اسکے اور ترکی وزارت خارجہ کے نمائندوں کے درمیان ملاقات ہوئی جس میں کہا گیا کہ کونسل کے ارکان کو ترکی میں خوش آمدید کہا جائے گا اور ہم اپنے اس بنیادی مؤقف پر قائم ہیں کہ ہم ایک آمر کے خلاف شامی عوام کی جدوجہد میں ان کی حمایت جاری رکھیں گے'"۔

جیسا کہ پیرس کی روزنہ ویب سائٹ میں 2014/2/24 کو یہ خبر آئی کہ "شامی اپوزیشن کونسل میڈیا ایڈوائزر محترمہ بہیہ ماردینی نے کہا کہ ترک حکومت نے ترکی میں کونسل کے دفاتر بند نہیں کئے، ماردینی نے روزنہ ریڈیو سے خصوصی بات چیت میں اس بات پر زور دیا کہ یہ خبر جنیوا-2 کے انعقاد سے قبل شامی حکومت کی پروپیگنڈہ مہم کے سلسلے میں اس کی زیر اثر ویب سائٹوں کی پھیلائی ہوئی ہے، ماردینی نے وضاحت کی کہ کونسل نے ترکی میں اپنے دفاتر "بر جلی" کے علاقے سے "فلوریا" میں منتقل کر دیا ہے۔ یہ منتقلی داعش (ISIS) اور شامی حکومت کی جانب سے دھمکیوں کے اطلاعات کے بعد سکیورٹی وجوہات کی بنا پر ترکی حکومت نے کی۔ یہی مسائل وہ وجہ ہیں کہ یہ دفاتر پر ہجوم علاقوں سے کم خطرے والے علاقوں میں منتقل کیے گئے"۔

لگتا ہے اس موضوع کے حوالے سے جو کچھ شائع ہوا وہ درست ہے لیکن دفاتر ترکی کے اندر ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیے گئے پھر جان بوجھ کر اتحاد کو ترکی سے نکالے جانے کا شوشہ چھوڑا گیا تا کہ قومی اتحاد اور قومی کونسل دونوں کو یہ پیغام دیا جائے کہ وہ دونوں پھر یکجا ہوں ورنہ ان کو ترکی سے قاہرہ منتقل ہونا پڑے گا، ظاہری بات ہے کہ ان کا منتقل ہونا ان کے لیے ڈراؤنا خواب ہو گا کیونکہ وہ شام سے دور ہوں گے اور پرانے اتحاد کو "دھتکارنے" کے بعد ترکی میں کوئی اور متبادل اتحاد قائم کیا جائے گا اور یہ ان کے لیے موت کی مانند ہو گا! اس خبر کے آتے ہی قومی کونسل نے قومی اتحاد کے ساتھ یکجا ہونے کا اعلان کر دیا! فرانس پریس

نیوز ایجنسی نے 1/3/2014 کو خبر شائع کی کہ "شامی قومی کونسل کی مشترکہ قیادت نے اپنے 27، 28 فروری کے استنبول اجلاس میں شامی قومی کونسل کے تمام عناصر نے، انقلابیوں اور شامی اپوزیشن کے لئے، قومی اتحاد کی صفوں میں واپس آنے کا عندیہ دیا"۔

رابعاً: آپ کے سوال کے جواب میں ان تین نکات پر مشتمل میری یہی ترجیحی رائے ہے اور ہم نے اس موضوع پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ اگر اس حوالے سے مزید کسی بیان اور وضاحت کی ضرورت پیش آئی تو ہم انشاء اللہ کریں گے۔ اللہ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

باقی صفحہ 2 سے

مِن خیرٍ: یہ مِن زائدہ ہے، یہ خیر کے استغراق (چھانے/احاطہ کرنے) پر دلالت کرتا ہے یعنی خیر عظیم۔

من ربکم: یہاں من ابتدائے غایت کے لیے ہے، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارے درمیان وحی نازل کرنے سے ابتداء کرتا ہے۔

معنی اصطلاحی کے بارے میں فائدہ:

مثال کے طور پر کوئی ہم سے اشتراکیت کے بارے میں حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے سوال کرے تو ہم اشتراکیت کے لغوی معنی کے بارے میں بحث نہیں کریں گے کہ یہ اشتراک یا شرکاء یا شرکت سے ہے اور لغوی معنی کے مطابق اس پر حکم لاگو کردیں بلکہ ہم اشتراکیت کے اصطلاحی معنی پر حکم لگائیں گے ۔ ہمیں نظر آتا ہے کہ اس کے علمبرداروں نے اس کا یہ نام ایک خاص مبداء پر دلالت کرنے کے لیے رکھا جو اس بات سے انکاری ہے کہ مادے کا کوئی خالق ہے بلکہ وہ مادے کو ازلی سمجھتے ہیں اور پھر اپنے اس عقیدے سے نکلنے والے احکامات کو نافذ کرتا ہے، جو مادے کی ترقی ،ملکیتوں کو کالعدم کرنے اور اس نظام میں بیان کئے گئے مساوات کے انواع کی بات کرتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ اشتراکیت اپنے اصطلاحی مدلول کے لحاظ سے اس موضوع میں وارد نصوص کی رو سے کفر نظام ہے۔

باقی صفحہ 3 سے

یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں سزا اور جزاء کے فیصلے سے بچنا تو ایک طرف، کوئی عمل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جب ایک شخص یہ سوال کرتا ہے کہ روزِ حساب کب آئے گا تو ذاتی طور پر اس شخص کے لیے اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کے حساب کتاب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عقل مند وہ ہے جو اس حقیقت پر یقین رکھتا ہے اور زندگی کے ہر لمحے میں اس کے لیے کام کرتا ہے۔ اور اللہ اس شخص سے واقف ہے جو ہم میں سب سے زیادہ عقل مند اور بہترین ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کیونکہ وہ ہمیشہ موت کے لیے تیار رہتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے کہا، "یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے بال سلیٹی رنگت کے ہو گئے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ** "مجھے (سورۃ) ہود اور واقعہ اور مرسلات اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے" (الترمذی:3219)۔ ابن عمر کے ابن نجار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ تلاوت کرتے سنا، **إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالاً وَجَحِيماً** "یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے" (المزمل:12) آپ ﷺ یہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ تو صحابہ موت کو اس طرح یاد کرتے تھے۔ نبی ﷺ نہ صرف خود موت کو یاد کرتے تھے اور اس کے لئے تیار تھے بلکہ انہوں نے ہمیں بھی اس کو یاد کرنے اور اس کی تیاری کرنے کی تلقین کی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے قبروں پر جانے اور مُردوں کے لئے دعا کرنے پر زور دیا کیونکہ یہ بہترین یاد دہانی اور بہترین سرزنش ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ الْآخِرَةَ** "قبروں پر جایا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دہانی کراتی ہیں" (ابن ماجہ:1558)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ** "اس چیز کو کثرت سے یاد کرو جو تمام لذتوں کو ختم کرنے والی ہے" (الترمذی:2229)۔

لہٰذا آج ہم سب کو سوچنا اور غور کرنا چاہیے، زندگی کے آرام وسکون کا خاتمہ کرنے والی کے بارے میں اور تیاری کرنی چاہیے۔ ہم محنت کریں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک لمحہ بھی نہ ضائع کریں۔ ہم اپنی تمام ذمہ داریوں کو جاننے اور پورا کرنے کے لئے کوشش کریں۔ ہم تمام محرمات کو جاننے اور ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ ہم اسلام کو اپنی ذاتی زندگیوں اور اس امت کی اجتماعی زندگی میں استوار کرنے کی کوشش کریں، خلافت کے طور پر جو اسلام کو نافذ کرے گی، اس کی حفاظت کرے گی اور تمام انسانیت کو اس کے نور سے منور کردے گی۔

باقی صفحہ 5 سے

معاشرے کو کچھ نہیں دیتی سوائے نفرت کے۔

اس لئے تمام عقائد، مقدس شخصیات اور کتابوں کو، بشمول اس کے کہ جو دنیا بھر میں اربوں کی تعداد میں موجود لوگوں کے لئے انتہائی مقدس ہے یعنی اللہ اور اس کے رسولوں علیہم السلام کو، توہین سے تحفظ دینا چاہیے۔ ہماری موجودہ صورتحال میں یہ ایسا ہونا چاہیے کہ اقدار کو بلند ثابت کیا جائے نہ کہ قوانین کے نفاذ کی قوت کے ذریعے معاشرے کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ آپ اخلاق کو پابند نہیں کر سکتے۔ آپ لوگوں کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ عزت کریں۔ یہ سب انسانی حالت کو بلند کرنے سے ہو گا، انسانی تہذیب کی ان مقدس اور بنیادی ترین اقدار کے احیاء سے ہو گا جنہیں سیکولر لبرل ازم نے ختم کر دیا ہے۔

باقی صفحہ 7 سے

فِي الْمَعْرُوفِ "وہ اس میں داخل ہو جاتے تو کبھی نہیں نکلتے ،اطاعت تو نیکی کے کام میں ہوتی ہے"(صحیح بخاری)۔

یوں اللہ نے اس اطاعت کا حکم دیا ہے جو اسلام کے لیے ہو اور ایک سپاہی کی جانب سے اپنے عسکری قائد کی اطاعت بھی اسی ضمن میں ہے۔ اطاعت اگر اسلام کے خلاف یا اللہ کی راہ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے ہو تو اسلام ایسی اطاعت سے منع کرتا ہے،اس لیے اللہ تعالیٰ نے صراحتاً اس قسم کی اطاعت سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنْ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ)**"اے ایمان والو! اگر تم نے اہل کتاب کے کسی گروہ کی اطاعت کی تو وہ تمہیں اس ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں گے"(آل عمران:100)، **(وَلاَ تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطاً)** "اور تم ایسے شخص کی اطاعت مت کرو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا معاملہ بگڑا ہوا ہے"(کہف:28) ،**(وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ)** "اگر تو نے زمین والوں میں سے اکثریت کی اطاعت کی تو یہ تجھے اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے"(الانعام:116)، **(فَلاَ تُطِعْ الْكَافِرِينَ)** "پس کافروں کی اطاعت نہ کرو"(فرقان:52)، **(فَلاَ تُطِعْ الْمُكَذِّبِينَ)** "پس جھوٹوں کی اطاعت مت کرو"(قلم:8)، **(وَلاَ تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا)**"ان میں سے گنہگار اور ناشکرے کی اطاعت مت کرو"(الدھر:24)، **(وَلاَ تُطِعْ كُلَّ حَلاَّفٍ مَهِينٍ)**"اور ہر قسم کھانے والے کمینے کی اطاعت مت کرو"(قلم:10)۔ یہ ساری آیتیں مخصوص صفات کے حامل اشخاص کی اطاعت سے منع کرتی ہیں اوران سب کو باریک بینی سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے خلاف اور اللہ کی راہ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے اطاعت حرام ہے۔

اس لیے مسلم افواج میں موجود مخلص افسران کا شریعت کی جانب سے ان پر عائد کیے گئے فرض کی ادائیگی میں ناکامی اور موجودہ حکومتوں کو برطرف کر کے اس کی جگہ خلافت قائم کرنے کی دعوت کے علمبرداروں کی نصرت اور مدد سے کترانے کا عمل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ یہی وہ ناکامی ہے جس کی وجہ سے اُس دن ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہو گا جس دن یہ اللہ رب العزت کے روبرو پیش ہوں گے، **يَوْمَ لاَ يَنْفَعُ مَالٌ وَلاَ بَنُونَ، إِلاَّ مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** " جس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہو"(شوریٰ:89-88)۔

باقی صفحہ 11 سے

قاصر رہا کہ اس وقت جنگ کا کوئی خطرہ نہیں تھا بلکہ وہ صرف دھمکی آمیز سفارتکاری کا ایک انداز تھا۔ اس صورتحال کا اندازہ اُس وقت کے بھارتی چیئرمین چیفس آف اسٹاف کمیٹی ایڈمرل سشیل کمار کے بیان سے ہی ہو جانا چاہیے تھا جنہوں نے کہا کہ:

"وہ صرف ایک غلطی یا حماقت ہی نہیں بلکہ قابل سزا غلطی تھی۔ حقیقت میں تو آپریشن پاراکرام کے نتیجے میں پاکستان اور چین کے سرحد پار دراندازیوں سے متعلق حوصلے مزید بلند ہو سکتے تھے کیوں کہ پاراکرام نے ہماری صلاحیت کے سارے پول کھول کر رکھ دیے تھے"۔

اس نے مزید کہا کہ :"2001 کا آپریشن پاراکرام بھارتی فوج کی سنگین غلطی تھی جبکہ حکومت کے پاس بھی پاکستانی سرحد پر فوج کو تعینات کرنے سے متعلق کوئی ٹھوس مقصد نہ تھا"۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ فوج کو متحرک کرنے کے پیچھے کوئی جنگی مقصد نہیں تھا۔ میجر جنرل اشوک مہتا نے تو اس کی مزید وضاحت کر دی جب انہوں نے صورتحال کو سنبھالنے میں امریکی کردار کی تعریف کی اور 2001 سے 2003 تک بھارت میں امریکی سفیر رابرٹ بلیک ول کی "عظیم سفارت کاری" کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا جنھوں نے بھارتیوں کو پرویز مشرف کے جنوری کے خطاب کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا تھا(وہی خطاب جس میں انہوں نے عسکریت پسندوں کے خلاف کاروائی کرنے کا وعدہ کیا)۔

آخر ایک امریکی سفیر بھارت کو مشرف کے جنوری کے خطاب کا انتظار کرنے کا کیوں کہے گا؟لہٰذا اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بھارت کی جانب سے فوج کو متحرک کرنے کے پیچھے جنگی عزائم نہیں بلکہ سراسر سیاسی مقاصد کار فرما تھے۔ جیسا کہ متعدد بھارتی فوجی ماہرین نے بیان کیا۔ اور جب یہ بات بھی واضح ہے کہ امریکہ کے افغانستان پر حملے کیلئے پاکستان اس کا پہلا اڈہ بنا، کیا امریکہ بھارت کے پاکستان پر حملے کا خطرہ مول لے سکتا تھا جب کہ اس طرح پاکستان کے تمام تر وسائل اور توجہ افغانستان سے ہٹ کر بھارت پر مرکوز ہو سکتی تھی۔

ان سب باتوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ امریکہ نے یہ سارا ڈھونگ رچایا اور مشرف اس پر عمل کرتا رہا۔ یہاں بیان کیے گئے تمام ثبوت اس بات ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ کھیل پاکستانی، امریکی اور بھارتی قیادت کے درمیان کھیلا گیا تاکہ امریکہ کا اتحادی بننے کیلئے مشرف کو بہترین جواز فراہم کیا جاسکے۔ کسی بھی فکر و تدبر کرنے والے شخص کیلئے ہر منظر واضح ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشرف نے اتنی جلدی اور اس قدر آسانی سے گھٹنے کیسے ٹیک دیے؟ جواب بہت ہی سادہ ہے کہ مشرف امریکی اور بھارتی قیادت کی ملی بھگت میں شامل تھے۔

خلاصہ یہ کہ صرف مشرف ہی نہیں بلکہ اس وقت کی فوجی قیادت بشمول تمام کور کمانڈرز کو اس سوال کا جواب دینا ہو گا کہ انہوں نے کس طرح دو بار ملک سے غداری میں کردار ادا کیا۔ پہلے کارگل اور پھر دسمبر 2001 کا تنازعہ جس کے تحت امریکی اور بھارتی مقاصد پورے کیے

گئے۔ بہر حال یہ مضمون تو صرف 1996 اور 2002 تک کے عرصے پر محیط تھا مگر مشرف کا پورا دور اور اس کے بعد کا دور اس قسم کی ڈھیروں مثالوں سے بھرا پڑا ہے جہاں فوجی قیادت میں موجود غداروں نے امریکی اور بھارتی مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنرل راحیل شریف اپنے غدار پیشروؤں سے کچھ مختلف ثابت ہوں گے؟

باقی صفحہ 14 سے

فرائیڈمین اور مانڈلبام اسی طرح کے جذبات رکھتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ امریکہ اپنے مخصوص کردار کی بنا پر مشکل چیلنجز سے نمٹتا ہے۔ اپنی کتاب That Used To Be US What Went Wrong With America- And How It Can Come Back میں وہ کہتے ہیں:

"امریکہ کے مستقبل کے بارے میں امید کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تاریخ کے سفر میں شاذ ونادر ہی ایسا ہوا ہے کہ امریکہ بڑے چیلنجز سے نمٹنے میں ناکام رہا ہو۔ ہماری بڑے چیلنجز سے نمٹنے میں ناکامی دراصل ایک غیر معمولی واقع ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ استثنائی ہے۔ جب کبھی بھی آزمائش ہوئی، چاہے اٹھارویں صدی کا انقلاب ہو یا بیسویں صدی کی سرد جنگ امریکہ اور امریکیوں نے کامیابی کی طرف راستے بنائے، سرزمین کا ماضی اس کے پر امید مستقبل کیلئے زرخیز زمین فراہم کرتا ہے"۔

دونوں گروہ جس بات کو رد نہ کر سکے وہ یہ ہے کہ امریکہ انحطاط سے گزر رہا ہے۔ یہ کافی ممکن ہے کہ امریکی انحطاط سے ایک اور واقعہ جڑا ہے اور وہ مغربی تہذیب اور طاقت کا انحطاط ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں شدید موسم، معاشرتی، معاشی اور سیاسی صورتحال نے مل کر مغربی تہذیب کو شدید مشکلات میں ڈالا اور بیشتر ایسا ہوا کہ وہ ان مسائل کے حل کے بارے میں، جو کہ ان شدید حالات سے پیدا ہوتے، عاری رہتی۔

خیر یہ اس مضمون کا موضوع نہیں گو کہ یہ اس سے بڑا ہے، اس کا فوکس امریکی انحطاط ہے اور دوسرے مضمون میں ہم اس انحطاط کی وجوہات کو سمجھیں گے۔

باقی صفحہ 22 سے

میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم سب سے اپنی رعیت (ریوڑ) کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اپنے خاندان کے بارے میں ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے، اس سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔" مگر زیادہ راجح یہ ہے کہ یہاں تغلیب پر عمل نہ کیا جائے، کیونکہ الامام العادل کا لفظ راجح طور پر حکمران کے لئے استعمال کیا گیا ہے، اس لئے عورت پر لاگو نہیں ہو گا
۔

جہاں تک بات ہے ، **وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ** "وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا رہے" تو اس میں بھی تغلیب کا استعمال نہیں کیا جائے گا ، کیونکہ حدیث کی نص یہ بتاتی ہے کہ عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز ادا کرنا مسجد میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے ۔ **عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ ،عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ حُمَيْدٍ امْرَأَةِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ، قَالَ: «قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّينَ الصَّلَاةَ مَعِي، وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي حُجْرَتِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي دَارِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي دَارِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِي»** ."عبد اللہ بن سوید الانصاری سے، وہ اپنی پھوپھی امّ حُمید زوجہ ابو حُمید الساعدی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہے، کہ ایک مرتبہ وہ نبی ﷺ کی خدمت حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ، میں آپ کی معیت میں نماز پڑھنا محبوب رکھتی ہوں، تو نبی ﷺ نے فرمایا، مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز کی ادائیگی کو پسند کرتی ہوں، لیکن تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اپنے حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنے حجرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔

اس سے ثابت ہوا کہ حدیث میں ذکر شدہ سات اصناف میں پانچ کا اطلاق عورت پر ہوتا ہے، جبکہ عادل حکمران اور مسجد کے ساتھ لگاؤ کا اطلاق عورت پر نہیں ہو گا ، کیونکہ ان دونوں کی تغلیب کو نص نے معطل کر دیا ہے ، اس لئے یہاں تغلیب کے اسلوب پر عمل نہیں ہو گا۔

بات مکمل کرنے کیلئے میں ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری شرح بخاری سے اس حدیث کی تشریح ذکر کرنا چاہتا ہوں، بالخصوص اس تشریح کا آخری حصہ، وہ فرماتے ہیں: "اس حدیث میں مردوں کے ذکر کرنے کا کوئی خاص مفہوم نہیں، بلکہ مذکورہ فضائل میں عورتیں بھی ان کی شریک ہیں، الاّ یہ کہ امام عادل سے امامتِ کبریٰ مراد لیا جائے، (تو پھر عورت شامل نہیں ہو گی) اگر یہ مراد نہ ہو تو عورت اس میں داخل ہو سکتی ہے کہ اس کے بچے ہوں ، تو اسے حکم ہے کہ وہ ان کے درمیان عدل و برابری کرے، اس حدیث میں مسجد کے ساتھ دل کے لگاؤ میں بھی عورتوں کو شامل نہیں کیا جائے گا ، کیونکہ عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے ، ان دو کے علاوہ باقی صفات میں مشارکت ہو گی۔)

لہٰذا سات خصائل والی حدیث عورت پر منطبق ہو گی ، مگر امام عادل اور مسجد کے ساتھ لگاؤ کی نسبت سے اس پر حدیث کا اطلاق نہیں ہو گا، کیونکہ ان دونوں حالات میں اسلوب تغلیب نص کی وجہ سے معطل ہوا ہے۔

آپ کا بھائی **8 جمادی الاولیٰ 1435ھ**

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ **9 مارچ 2014**

حزب التحریر نے کراچی کے اہم مقامات پر بینرز آویزاں کر دیے

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے کراچی میں، جو دو کڑوڑ سے زائد آبادی کا شہر ہے، کے اہم مقامات پر بڑے بڑے بینرز آویزاں کر دیے ہیں۔ان بینرز کے ذریعے عوام کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ ملک میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک امریکی ریمنڈ دیوس نیٹ ورک کا پاکستان سے مکمل خاتمہ نہیں کر دیا جاتا۔ یقیناً خلافت پاکستان سے امریکی وجود کا خاتمہ کر دے گی جو ملک میں بم دھماکوں اور افراتفری کا اصل سبب ہے۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس



کراچی۔ حزب التحریر ولایہ پاکستان نے اہم مقامات پر بڑے بڑے بینرز آویزاں کیے



کراچی۔ بینرز سے ریمنڈ دیوس نیٹ ورک کے مکمل خاتمہ کا پیغام دیا گیا



کراچی۔ خلافت پاکستان سے امریکی وجود کا خاتمہ کر دے گی جو ملک میں بم دھماکوں اور افراتفری کا اصل سبب ہے

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور وڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس